

از کرن مشاق

حال دا حصرم نو

مبیرے



Qanida  
Ghazi

## ربا میرے حال دا محرم تو

### از: کرن مشتاق

مکمل ناول

رب تُو حال تو واقف میرے  
لوگ سمجھ دے نہی  
لوگ سمجھ دے اے بہانہ  
تے تُو سمجھ دا تکلیف میری

"پھوپھو مجھے بہت ڈر لگ رہا ہے۔ انکل پتا نہیں کیساری ایکٹ کریں۔" ثمرہ کا بازو پکڑ کر اس نے  
اپنا ڈر بتایا۔

"پاگل ہو گئی ہو زینیا۔ ڈرنے کی کیا بات ہے۔ مصطفیٰ نے کیا کہنا ہے۔ وہ بہت اچھے ہیں۔" وہ  
جواباً بولیں۔

"لیکن پھر بھی لوگ سوتیلی اولادوں کو برداشت نہیں کرتے۔ اور میں تو پھر انکی بیوی کی بھتیجی  
ہوں۔" وہ پریشانی سے بولی۔

"پاگل ہوگئی ہو کیا۔ اب مصطفیٰ کے سامنے یہ سب مت کہہ دینا۔ انکا دل دھکے گا۔" انہوں نے اسے ڈپٹا۔

اور زینیا نے خاموش رہنے میں ہی عافیت سمجھی۔

جب وہ دونوں لاؤنج میں داخل ہو رہی تھیں۔ تب ہی اسکی نظر سیڑھیوں سے اترتے لڑکے پہ پڑی۔ لڑکا اکیس بائیس سال کا تھا۔ جینز شرٹ میں ملبوس تھا۔ بالوں اور آنکھوں کا رنگ کالا تھا۔ اور وہ سفید رنگت اور اونچے قد کا حامل سمارٹ سا نوجوان تھا۔

جس کی کالی آنکھوں میں اسے بیزاری نظر آئی۔

"یہ بیزاری یقیناً انہیں دیکھ کر ہی ہوئی ہوگی۔" اس نے دل میں سوچا۔

"کیسے ہو بیٹا؟" وہ لڑکا جب انکے قریب پہنچا۔ تب ثمرہ اس سے بولیں۔

"میں نے آپ کو کل بھی کہا تھا۔ اور آج پھر کہہ رہا ہوں کہ میرا آپ سے کوئی تعلق نہیں۔" وہ

لڑکا سخت لہجے میں بولا۔ اور ساتھ ہی ایک نگاہ سامنے کھڑی اپنی ہم عمر لڑکی پہ ڈالی۔ جس جس کے براؤن بال کھلے تھے۔ اور آنکھیں بھی براؤن تھیں اور وہ کافی خوبصورت تھی۔

"ہونہ مجھے کہا۔" اس نے سر جھٹک کر سوچا۔ اور ثمرہ کی طرف متوجہ ہوا۔

"میں تمہاری ماں ہوں۔ سوتیلی ہی سہی۔ پر ماں ہوں۔" ثمرہ مضبوط لہجے میں بولیں۔ حمران کا دل

جیتنا بہت ضروری تھا۔ تب ہی تو مصطفیٰ خوش ہوتے۔

"اوہ پلیز یہ ڈرامہ کہیں اور کریں۔ میری ایک ہی ماں تھی۔ جو مر چکی ہے۔" ہاتھ اٹھا اس نے

نہایت بدتمیزی سے جواب دیا۔



"بڑوں سے بات کرنے کی تمیز نہیں ہے تمہارے اندر"۔ اپنے اشتعال کو کنٹرول کرتے ہوئے وہ بولی۔ ورنہ دل تو کر رہا تھا کہ پھوپھو سے بدتمیزی کرنے والے کو کھری کھری سنا دے۔

"میں تم جیسے فضول لوگوں کے ساتھ بحث کر کے اپنا قیمتی وقت برباد نہیں کرنا چاہتا"۔ انگلی سے ان دونوں کی طرف اشارہ کرتے ہوئے وہ پہلے سے زیادہ بدتمیزی سے بولا۔ اور انکا جواب سنے بغیر لمبے لمبے دگ بھرتا وہ سے چلا گیا۔

"کتنا بدتمیز ہے یہ"۔ زینیا اس لڑکے کی پشت کو گھورتے ہوئے بولی۔

"ہمیں عادت ڈالنی ہوگی اس کی بدتمیزی کی۔ کیونکہ وہ ایسا ہی ہے"۔ ثمرہ ایک ٹھنڈی سانس خارج کرتے ہوئے بولیں۔

کچھ دن پہلے ہی ثمرہ اور مصطفیٰ نے شادی کی تھی اور کل ہی وہ اس گھر میں رخصت ہو کر آئیں تھیں۔ اور آج وہ زینیا کو بھی لے آئی تھیں۔ زینیا کے والدین کو انتقال ہو چکا تھا۔ اور وہ دونوں ساتھ ہی رہتی تھیں۔ اب پھر اپنی شادی کے بعد وہ اسکو بھی ساتھ لے آئیں۔

"کیوں؟ ہم کیوں برداشت کریں اسکی فضول گوئی کو"۔ وہ ناگواری سے بولی۔

"وہ حمران مصطفیٰ ہے۔ مصطفیٰ کا بیٹا ہے۔ اور مجھے یہ سب تو سننا ہوگا۔ محبت پالینا کوئی آسان کام نہیں"۔ وہ مسکراتے ہوئے بولیں۔

"ایسے لوگوں کے ساتھ انکی ٹون میں بات کی جائے۔ تب ہی وہ سمجھتے ہیں"۔ وہ ابھی بھی غصے میں تھی۔ ناک پہ مکھی نہ بیٹھنے دینے والی پھوپھو کا رویہ اسکی سمجھ سے بالاتر تھا۔

"تم چھوڑو اسکو۔ آؤ کھانا کھاتے ہیں۔ تمہارے انکل کی تو میننگ ہے۔ ان سے پھر رات میں تمہاری ملاقات ہوگی۔" انہوں نے جواباً کہا۔

"میں فریش ہو لوں۔ آپ میرا کمرہ بتا دیں۔" وہ بولی۔

انہوں نے ملازمہ کو اسکے ساتھ بھیجا۔

کمرہ اسے کافی پسند آیا تھا۔ پنک اور وائیٹ کلر کے پردے اور بیٹ شیٹ اور وال پیپر تھے۔ گنگناتے ہوئے وہ فریش ہونے چل دی۔

-----□□□□□-----

میں اپنے حال میں خوش رہا  
لوگوں کو بے حال کر کے

"چل چھوڑنا غصہ۔" مغیز نے حمران کے کندھے پہ ہاتھ رکھ کے اسے سمجھایا۔

"کیوں چھوڑو غصہ۔ ڈیڈ نے ہمیشہ اپنی من مانی کی ہے۔" وہ مغیز کا ہاتھ جھٹکتے ہوئے بولا۔

"تیرے غصہ کرنے سے کیا۔ تیری نئی ممی واپس چلی جائے گی۔ نہیں نا۔ تو فائدہ خون جلانے کا۔" وہ حمران کو سمجھاتے ہوئے بولا۔

"بکواس نہ کر۔ وہ میری ممی نہیں ہیں۔" وہ سخت لہجے میں بولا۔

"اچھا سوری۔ تیرے ڈیڈ کی بیوی۔" وہ صلح جو انداز میں بولا۔

"اما کو اس دنيا سے گئے ابھی سال بھی نہیں ہوا۔ اور ڈیڈ نے دوسری شادی رچالی۔ یہ محبت ہے انکی اما سے۔ اتنے برس کی شادی کا یہ صلہ دیا۔ تو دیکھ میں اُن پھوپھو بھتیجی کے ساتھ کرتا کیا ہوں۔" وہ پُر عزم انداز میں بولا۔

"جو تیرا جی کرے تو کر بھائی۔ پر موڈ ٹھیک کر لے۔" مغیز جواباً بولا۔

"ادھر جا رہا ہے تو۔" گھڑی میں ٹائم دیکھتے ہوئے وہ بولا۔ ڈیڈ اب گھر پہنچ چکے ہو گئے۔ اور کھانا کھا رہے ہوں گے۔ اپنی نئی فیملی کے ساتھ۔

"کچھ خاص مشروب منگواتا ہوں۔ تیری پریشانی کچھ کم ہو گی۔" مغیز نے آنکھ مارتے ہوئے کہا۔ "میری پریشانی کی تو فکر نہ کر۔ اسکا حل میں نے ڈھونڈ لیا ہے۔ باقی تو جانتا ہے کہ مجھے ان چیزوں میں شروع سے دلچسپی نہیں۔" وہ مسکراتے ہوئے بولا۔

"کیا حل نکالا تو نے۔" مغیز چونکا۔

"وقت آنے پہ پتا چل جائے گا۔" وہ پراسرار انداز میں بولا۔

"چل جو بھی کر۔ پر میری طرف آئندہ اس موڈ کے ساتھ نہ آنا۔" مغیز جواباً بولا۔ حمران اپنی مرضی کا مالک تھا۔ موڈ ہوتا تو دل کھول کے رکھ دیتا۔ اور اگر موڈ نہ ہوتا تو سیدھے منہ بات نہ کرتا۔

"چل کچھ کھانے کو منگوا۔ میں ادھر ہی کھانا کھا رہا ہوں۔ ڈیڈ بیٹھے ہوں گے ڈائنگ پہ اپنی نئی بیوی اور بیٹی کے ساتھ۔" وہ سامنے موجود میز پہ ٹانگے رکھتے ہوئے بولا۔

اور مغیز نے انٹر کام پہ ملازم کو کھانے کے بارے میں ہدایت دی۔

-----□□□□□□-----

"کیسی ہو بیٹا؟" وہ ابھی ڈانگ ٹیبل کے پاس پہنچی تھی۔ جب مصطفیٰ صاحب اس سے بولے۔  
"میں ٹھیک ہوں آپ کیسے ہیں؟" پھوپھو کی سامنے والی کرسی سنبھالنے ہوئے وہ بولی۔ مصطفیٰ  
صاحب سربراہی کرسی پہ بیٹھے تھے۔ جبکہ وہ دونوں انکے دائیں بائیں۔

"میں بھی ٹھیک۔ حمران کدھر ہے؟" پہلے اسے جواب دے کر پھر کھانا رکھتی ملازمہ سے پوچھا۔  
"وہ چھوٹے صاحب نے کہا ہے کہ وہ اپنے دوست کی طرف ہی آج رہیں گے۔" ملازمہ جواباً بولی۔  
"سوری زینیا آج تمہارا پہلا دن ہے۔ اور گھر کا ایک فرد موجود نہیں ہے۔" وہ شرمندہ انداز میں  
بولے۔

"ارے اُس اوکے۔ زینیا مل چکی ہے حمران سے۔ اور ویلے بھی اس نے اب یہاں رہنا ہے۔ تو  
ملاقات تو ہوتی رہے گی۔" ثمرہ فوراً بولی۔

جبکہ زینیا نے منہ بنایا۔ ایسے بدتمیز انسان کی وہ کم از کم دن میں دوسری دفعہ شکل نہیں دیکھنا  
چاہتی تھی۔

"تھینک ہو ثمرہ۔ میں آپکی بھتیجی کو کبھی باپ کی کمی محسوس نہیں ہونے دوں گا۔" وہ مسکرا کر  
بولے۔

وہ دونوں بھی جواباً مسکرائیں۔

-----□□□□□□-----

میں اپنے ظرف کے مطابق کرتی نہیں بات  
میں دوسروں کا ظرف دیکھ کر کرتی ہوں بات



دبے پاؤں وہ لاؤنج میں داخل ہوا۔ شکر ہے لاؤنج خالی تھا۔ ورنہ ڈیڈ سے سامنا ہو جاتا۔ جو وہ کرنا نہیں چاہتا تھا۔

مغیز نے کتنا کہا تھا اس سے کہ رک جائے۔ پر اس نے یہ کہہ کر انکار کر دیا کہ اپنے کمرے کے بغیر اسے نیند نہیں آتی۔ اور یہ سچ تھا۔ اس کمرے میں اسکی ماں کی خوشبو تھی۔ جو اسے کہیں اور نہیں مل سکتی تھی۔

کچن کی لائیٹ آن تھی۔ اس نے سوچا کہ ملازمہ کو چائے کا بول دے۔  
"ایک کپ چائے دو مجھے"۔ سامنے دیکھے بغیر وہ بولا۔ اور فریج سے پانی کی بوتل نکالی۔ اور کرسی کھینچ کے بیٹھ گیا۔

جب کہ چولے کے پاس کھڑی زینیا پہ یہ حکم ناگوار گزرا۔  
ایک نظر اس نے چائے پہ ڈالی۔ جو کہ دو کپ تھی۔ وہ ہمیشہ دو کپ چائے ہی پیتی تھی۔  
دل پہ پتھر رکھ کر اس نے حمران کے لیے ایک کپ بھرا۔ وہ بھی صرف اور صرف انکل کے خلوص کو مد نظر رکھتے ہوئے۔

"یہ لو چائے"۔ کپ اسکے سامنے ٹیبل پہ رکھتے ہوئے وہ بولی۔ اور اپنا کپ لے کر مڑی۔  
"ایک منٹ ایک منٹ۔ تم سے کس نے بولا چائے کا"۔ وہ ناگواری سے بولا۔ اور کھڑا ہو گیا۔  
"ابھی تم نے ہی بولا تھا"۔ اس نے بھی اپنی ناگواری نہ چھپائی۔

"میں نے" ملازمہ "کو بولا تھا"۔ وہ جواباً بولا۔



"کچن میں میں ہی موجود ہوں۔ اور کوئی نہیں۔ اور بجائے تھینکس بولنے کے تم اکڑ دکھا رہے ہو۔" ماتھے پہ بل ڈالنے ہوئے وہ بولی۔ اسے حمران کا ورہ ایک آنکھ نہ بھایا تھا۔

"تھینکس کس خوشی میں بولو۔ اور تمہاری اس ہمدردی کی وجہ مجھے پتا ہے۔" اس کے ماتھے پہ بھی بل پڑے۔

"کیا وجہ ہے میری اس ہمدردی کی۔ پلیز حمران مصطفیٰ روشنی ڈالیں اس پہ۔" وہ ایک ایک لفظ چباتے ہوئے بولی۔

"میرے ڈیڈ کو تو اپنی انگلیوں پہ نچا ہی رہے ہو تم لوگ۔ اور اب مجھے بھی نچانا چاہتے ہو۔ پر میں حمران ہوں۔ تم لوگوں کے جھانے میں نہیں آنے والا۔" سامنے موجود لڑکی کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کے وہ بولا۔ نام اسے ابھی تک نہیں پتا چلا تھا۔ اور نہ اسے دلچسپی تھی۔

"تمہاری زبان کے جوہر تو میں خیر دن میں دیکھ چکی ہوں۔ اور اب تمہاری عظیم سوچ سے بھی واقف ہو چکی ہوں۔ نہایت ہی کوئی چھوٹے انسان ہوں تم۔" وہ غصے سے بولی۔

"آپنی بکواس بند کرو۔" وہ درشتگی سے بولا۔ سچ اسے کوئی خاص پسند نہیں آیا تھا۔

"میں بکواس کر رہی ہوں۔ اور تمہارے منہ سے تو جیسے پھول جھڑ رہے ہیں۔" وہ بھی اسے کے انداز میں بولی۔ اور کچن سے باہر نکل گئی۔

"یو۔۔۔۔۔ زیر لب اس نے اس لڑکی کو گالی دی۔ اور پاس پڑے چائے کے کپ کو سامنے دیوار پہ دے مارا۔

یہ تو طے تھا کہ ان ماں بیٹی کو ٹکے نہیں دینا اس گھر پہ۔

"ناشتہ کرو حمران"۔ وہ یونیورسٹی جا رہا تھا۔ جب ڈیڈ کی آواز پہ رُکا۔

"بھوک نہیں ہے"۔ وہ مڑے بغیر بولا۔

"یہ کیا بد تمیزی ہے۔ رات بھی تم کھانے پہ موجود نہیں تھے"۔ وہ سخت لہجے میں بولے۔ حمران کی بد تمیزیاں دن بدن بڑھتی جا رہی تھیں۔

"میرے کھانا کھانے نہ کھانے سے آپ کو کوئی فرق نہیں پڑتا۔ اور ویلے بھی اب تو آپ کے

پاس آپکی فیملی موجود ہے۔ تو براہ مہربانی میری فکر مت کریں"۔ وہ مڑتے ہوئے بولا۔ اور ساتھ ہی

ایک تیز نظر ناشتہ کرتی ثمرہ اور زینیا پہ ڈالی۔

"یہ اب تمہاری فیملی بھی ہے"۔ وہ سنجیدہ لہجے میں بولے۔

"میری فیملی میری ماں تھی۔ جو اب نہیں رہی۔ تو میری بھی اب نہیں رہی"۔ وہ ایک ایک لفظ چُبا

کر بولا۔

"میں جس دن مر گیا۔ تو اس دن ہی تمہاری فیملی ختم ہوگی۔ یا پھر تمہاری نظروں میں مر چکا

ہوں؟"۔ وہ رنجیدہ ہوئے۔

حمران کے چہرے کا رنگ تیزی سے بدلا۔ وہ یہ تو نہیں چاہتا تھا۔ وہ تو یہ چاہتا تھا کہ ڈیڈ اسکی ماما کی

جگہ کسی اور کو نہ دیں۔

"آپ کیسی باتیں کر رہے ہیں۔ اللہ پاک آپکو لمبی عمر عطا فرمائے"۔ انکے بازو پہ ہاتھ رکھتے

ہوئے ثمرہ نے کہا۔ اتنی دعاؤں سے حاصل کیا تھا۔ اس نے اس شخص کو۔

"آؤ ناشتہ کرو۔" وہ اسکی طرف دیکھتے ہوئے بولے۔

وہ ناچاہتے ہوئے بھی ٹیبل کی طرف بڑھا۔ لیکن پھر رک گیا۔ مصطفیٰ صاحب کے دائیں بائیں وہ دونوں بیٹھی تھیں۔ اور وہ دونوں میں سے کسی کے ساتھ نہیں بیٹھنا چاہتا تھا۔

"آپ ثمرہ کے ساتھ بیٹھ جائیں۔" انہوں زینیا سے کہا۔

وہ کچھ بھی کہے بغیر پھوپھو کے ساتھ جا بیٹھی۔

"کیا کھاؤ گے بیٹا۔" ثمرہ نے حمران سے پوچھا۔

"میرا اپنا گھر ہے۔ میں جو چاہوں گا لے لو گا۔ آپ کو زحمت کرنے کی ضرورت نہیں۔"

وہ بدتمیزی سے بولا۔

"یہ کیا طریقہ ہے بات کرنے کا۔ سوری کہو۔" مصطفیٰ غصے سے بولے۔

"اُس اوکے بچہ ہے۔" ثمرہ جلدی سے بولیں۔ وہ گھر کا ماحول خراب نہیں کرنا چاہتی تھیں۔

"نہ تو میں بچہ ہوں۔ اور نہ آپ میری ماں۔ تو کاسٹلی یہ ڈرامہ بازی بند کریں۔" وہ تیز لہجے میں بولا۔

"حمران سوری بولو۔" مصطفیٰ نے آواز اونچی کی۔

"میں نہیں بولو گا۔ آپ کو نہ پہلے میری پروا تھی۔ اور نہ اب ہے۔" وہ کرسی سے اٹھتے ہوئے بولا۔

"مجھے پروا نہیں ہے۔ یا تمہیں نہیں ہے۔" وہ جواباً بولے۔

"اچھا چھوڑیں نا اس بات کو۔ سب ناشتہ کرتے ہیں۔ بیٹھ جاؤ بیٹا۔" ثمرہ نے جھگڑا ختم کرنے کی

کوشش کی۔

"شٹ اپ۔" حمران نے جواباً کہا۔ اور ڈائنگ روم سے باہر نکلا۔



زینیا نے ناگواری سے اسے جاتے دیکھا۔ نہایت ہی کوئی فضول انسان تھا۔ جسکا دماغ درست کرنے کی اشد ضرورت تھی۔

"اُس اوکے۔ آپ ناشتہ کریں۔ آہستہ آہستہ قبول کر لے گا۔" ثمرہ نے انہیں تسلی دینی چاہی۔  
"وہ نہیں قبول کرے گا۔ ایک مرتبہ جس کے لیے دل میں بغض رکھ لے۔ پھر اسے نکالتا نہیں ہے۔" وہ پریشانی سے بولے۔

زینیا کو مصطفیٰ صاحب سے دلی ہمدردی ہوئی۔ بے چارے ایک ہی اولاد اور وہ بھی نافرمان۔

-----□□□□-----

اگلی قسط ان شاء اللہ بدھ کو مغرب کے بعد۔

ربا میرے حال دا محرم تو 😊 پیر، بدھ اور ہفتے کو قسط آئے گی۔ اپنی رائے دینا نہیں بھولیے گا۔  
از: کرن مشتاق

قسط: 2

زندگی چلتی ہے دو اصولوں پہ

عزت دو اور عزت لو

"ایڈمیشن کیا سوچا تم نے زینیا۔ کب لے رہی ہوں؟"۔ اسکی دوست اقرا نے فون پہ اس سے پوچھا۔

"ابھی تو کچھ ڈیپانڈ نہیں کیا۔ مجھے تو یہ سمجھ نہیں آرہی کہ کونسی یونیورسٹی اچھی ہے اسلام آباد کی"۔ وہ بولی۔ وہ اس وقت لان میں واک کر رہی تھی۔

"کافی ساری اچھی یونیورسٹیز ہیں۔ لمز ہے۔ نسٹ ہے۔ اور بھی کافی اچھی ہیں۔ بلکہ تم اس طرح کرو کہ اپنے انکل کے بیٹے والی یونیورسٹی میں ایڈمیشن لے لو"۔ اقرا نے کہا۔

"بس کرو۔ اسکو میں گھر میں مشکل سے برداشت کرتی ہوں۔ اب یونیورسٹی میں بھی اسکی شکل دیکھنی پڑے۔ نہ بابا نہ۔ میں ایسے ہی بھلی"۔ اس نے نفی میں سر ہلایا۔

"اور میں تو جیسے مر رہا ہوں نا۔ تمہارے ساتھ کے لیے"۔ اس آواز پہ وہ فوراً پلٹی۔ اور فوراً فون بند کیا۔ پتا نہیں یہ بدتمیز انسان کب ادھر آیا۔

"تمیز نہیں ہے تمہارے اندر۔ میں فون پہ بات کر رہی تھی۔ کچھ مینرز سیکھ لو"۔ وہ ناگوار انداز میں بولی۔

"مینرز سیکھنے کی تمہیں ضرورت ہے مجھے نہیں۔ اور میرے ہی گھر میں رہتے ہوئے مجھے ہی برا کہہ رہی ہو مس ایکس وائے زی"۔ وہ ماتھے پہ بل ڈالنے ہوئے بولا۔

"یہ اگر تمہارا گھر ہوتا تو میں تھوکتا بھی پسند نہیں کرتی۔ لیکن یہ انکل کا گھر ہے"۔ اسکے ماتھے پہ بھی بل پڑے۔

"بات کرنے کی تو تمہیں بالکل بھی تمیز نہیں۔ اپنی پھوپھو پہ تو بالکل نہیں گئی تم۔" وہ ناگوار انداز میں بولا۔ بدتمیزی کرنے کا تجربہ ضرور تھا۔ پھر سہنے کا نہیں تھا۔

"تم بھی انکل پہ نہیں گئے۔" وہ دوبدو بولی۔ اور اندر کی طرف چل دی۔

"اس ایکس والے زی کی پھوپھو تو قابلِ قبول ہے۔ پر یہ نہیں۔ اسکا کچھ کرنا پڑے گا۔ اگر یہ یہاں رہی تو میں تو ہائی بلیڈ پریشر کا مریض بن جاؤ گا۔" اپنے چہرے پہ ہاتھ پھیرتے ہوئے اس نے سوچا۔

-----□□□□-----

"ایک خواب لگتا ہے مجھے آپکا یہ ساتھ۔ میں تو بایوس ہو چکی تھی کہ محبت کا حصول کبھی میرا نصیب بنے گا۔ پر خدا کتنا مہربان ہے نا۔" ثمرہ نے نم آنکھوں سے مسکراتے ہوئے کہا۔ وہ دونوں ٹرس پہ بیٹھے چائے پی رہے تھے۔

"میں آپکی محبت کے قرض تلے برسوں سے دبا تھا۔ اور اب جب آپ میرے ساتھ ہیں۔ تو یہ قرض بھی میں نے اتار دیا۔" وہ جواباً مسکرا کر بولے۔

"محبت قرض نہیں ہوتی مصطفیٰ کمال۔" وہ بولیں۔

"اوروں کا تو پتا نہیں۔ پر میرے لیے تھی۔ میری شادی ہو جانے کے باوجود آپ نے شادی نہیں کی۔ اپنی جوانی کو میری محبت کے نظر کر دیا۔ تو میں مقروض ہونا آپ کا۔" ثمرہ کے ہاتھ پہ اپنا ہاتھ رکھتے ہوئے وہ بولے۔



"چھوڑیں ماضی کو۔ ہم ساتھ ہیں۔ اور زندگی مکمل"۔ وہ جواباً بولی۔ ماضی کی تلخ یادوں کو سوچ کر وہ اس خوبصورت پل کو برباد نہیں کرنا چاہتی تھی۔

"میں بہت شرمندہ ہوں حمران کے رویے کی وجہ سے۔ وہ اپنی ماں کے بارے میں بہت پوزیسو ہے"۔ وہ شرمندگی سے بولے۔

"کوئی بات نہیں وقت کے ساتھ وہ بھی ٹھیک ہو جائے گا"۔ وہ فوراً بولیں۔ محبوب کو شرمندہ ہوتے نہیں دیکھ سکتی تھیں۔

وہ جواباً بس مسکرا ہی سکے۔ شاید ایسا ہو جائے۔ کیونکہ حمران بغض رکھنے والا انسان تھا۔ ایک دفعہ جسکا دشمن بن گیا۔ پھر اسکا دوست نہیں بنتا تھا۔

□ □ □ □

"کیا بن رہا ہے؟"۔ وہ کچن میں داخل ہوتے ہوئے بولا۔

"جی وہ زینیا بی بی نے سنگا پورین رائس بنائیں ہیں۔"۔ نوراں بولی۔ وہ پچیس سال کی تھی۔ اسکا باپ یہاں چوکیدار تھا۔ اور وہ یہاں کھانے پکانے کے لیے رکھی گئی۔ یہیں سرونٹ کوارٹر میں دونوں باپ بیٹے رہتے تھے۔

"کون زینیا؟"۔ وہ دیکھے کا ڈھکنا اوپر اٹھاتے ہوئے بولا۔ چاولوں کو دیکھ کر لگ رہا تھا کہ بہت مزے کے ہیں۔

"آپ زینیا بی بی کو نہیں جانتے"۔ نوراں کو حیرت ہوئی۔  
"پتا ہوتا تو آپ سے کیوں پوچھتا"۔ اس نے تحمل کا مظاہرہ کیا۔

"نمرہ بی بی کی بھتیجی"۔ نوراں شرمنگی سے بولی۔ حمران ایسے ہی طنز کرتا تھا۔

"اچھا مجھے زرا فریج سے پانی نکال کر دو"۔ وہ نوراں سے بولا۔ اُسے آج اُس بددماغ لڑکی کا نام پتا چلا تھا۔

جیسے ہی نوراں مڑی۔ پاس پڑی نمک دانی کا ڈھکنا اتار کر اس نے بے دریغ نمک چاولوں پہ چھڑکا۔ چاولوں کو چمچ سے ہلایا اور ڈھکن دیکھے کے اوپر رکھ دیا۔  
"یہ لیں"۔ نوراں اسکے پاس آتے ہوئے بولی۔

پانی کا ایک گھونٹ بھر کے اس نے سلیب پہ رکھا۔ اور باہر نکل گیا۔

"اب کرو ڈیڈ کو امپریس"۔ اُس نے مسکراتے ہوئے دل میں زینیا سے کہا۔

اور نوراں بی بی کو عادت تھی کھانا اوپر سے کھانے کی۔ جیسے ہی اس نے چاول ڈالے۔ اسے لگا کہ اسکے کھانوں سے دھواں نکل رہا ہے۔ ایک دم اسے کھانسی کا دورہ پڑا۔ جو پانی کی ایک بوتل پینے کے بعد ہی رکا۔

"برنر بن کیا؟"۔ وہ کچن میں داخل ہوتے ہوئے بولی۔ انکل کی فرمائش پہ اس نے یہ بنائے تھے۔

"بی بی جی چاولوں میں حد سے زیادہ نمک ہے۔ صاحب تو بائی بلیڈ پریشر کے مریض ہیں"۔ نوراں جلدی بولی۔

"کیا مطلب نمک تیز ہے۔ میں نے خود کچن سے جانے سے پہلے چیک کیا تھا۔ تمام مسائے بالکل ٹھیک تھے۔ تو پھر یہ کس کا کارنامہ ہے"۔ وہ تیز لہجے میں بولی۔

"وہ جی مجھے لگا کہ مک کم ہے۔ تو میں نے ڈال دیا۔ لیکن اب جب چیک کیا تو بہت زیادہ ہو گیا تھا۔" نوراں ہاتھ مسلتے ہوئے بولی۔ اب سچ بتا کے چھوٹے صاحب سے اپنی شامت تو نہیں بلوا سکتی تھی۔

"تم نے مجھے بیوقوف سمجھ رکھا ہے۔ تم نے ایسا نہیں کیا ہے۔ کیونکہ تم نے کہا تھا کہ انکل کم مک کھاتے ہیں۔ اب سچ سچ بتاؤ۔" اس نے آواز مزید اونچی کی۔

"سچ ہی کہہ رہی ہوں۔" نوراں نے نظریں چرائی۔

وہ اب خاموشی سے نوراں کی طرف دیکھ رہی تھی کہ شاید وہ سچ بول دے۔ لیکن نوراں نے کچھ نہ بولا۔ وہ جانتی تھی کہ یہ کس کی کارستانی ہے۔ جب وہ سیڑھیوں سے نیچے اتر رہی تھی۔ تب اوپر جاتے حمران نے کافی تمسخرانہ نظروں سے اسکی طرف دیکھا تھا۔ لیکن تب وہ سمجھ نہ سکی۔ لیکن اب سمجھ گئی۔

"ٹھیک ہے تم اسطرح کرو کہ کباب تل لو۔ قورمے کے ساتھ اب دوسری ڈش یہ ہی پیش کر سکتے ہیں۔" وہ بولی۔ اور کچن سے باہر نکل گئی۔

غصے سے اسکا چہرہ اب سرخ ہو رہا تھا۔ اُس بدتمیز لڑکے نے اسکی ساری محنت خاک میں ملا دی تھی۔

اسکو سبق سکھانا تو بنتا تھا۔

-----□□□□□-----



"بیٹا کدھر جا رہے ہو۔ کبھی میرے پاس بھی بیٹھ جایا کرو۔" ثمرہ نے لاؤنج سے گزرتے حمران کو دیکھ کر کہا۔ وہ فاصلے مٹانا چاہتی تھی۔

"آپ کے ساتھ مسئلہ کیا ہے؟ آپ کو عزت راس نہیں آتی۔" وہ پلٹتے ہوئے ناگوار انداز میں بولا۔

"میں بس یہ چاہتی ہوں کہ تم اپنے دل سے میرے لیے نفرت نکال دو۔" وہ مسکرا کر بولیں۔  
"وہ ایک صورت میں نکل سکتی ہے۔" انکے سامنے کھڑے ہوتے ہوئے وہ سنجیدہ انداز میں بولا۔  
"کیسے؟ تم جو بھی کہو گے میں کرنے کو تیار ہوں۔" وہ فوراً بولیں۔ ایسی آفر شاید پھر نہ ملے۔  
"آپ یہاں سے چلی جائیں۔ کر سکتی ہیں یہ؟" سینے پہ بازو باندھتے ہوئے وہ بولا۔ انداز چلینج کرنے والا تھا۔

"یہ ناممکن ہے۔" انہوں نے نفی میں سر ہلایا۔ اتنا ہجر کاٹا تھا۔ اب نہیں۔  
"تو پھر ایلے ہی رہے گا سب کچھ۔ اور آج نہیں تو کل آپ کو یہاں سے جانا ہی ہوگا۔ کیونکہ یہ میری ماما کا گھر ہے۔" انگلی سے زمین کی طرف اشارہ کرتے ہوئے وہ بولا۔ اور تیز تیز قدم اٹھاتا باہر نکل گیا۔

بیچھے وہ ڈھے گئی۔ پتا نہیں کب سب ٹھیک ہوگا۔

-----□□□□-----

زینیا آج پہلی بار حمران کے کمرے میں آئی تھی۔ اندر آکر اس نے ادھر ادھر نظر دوڑائی کہ کوئی ایسی چیز توڑیں۔ جو حمران کو بہت پسند ہو۔

"کمرہ کافی اچھا ہے اُس بدتمیز کا" - وہ خود سے بولی۔

واقعی کمرے کا کافی خوبصورت انداز میں سیٹ تھا۔

ادھر ادھر دیکھتے ہوئے اسکی نظر ڈریسنگ ٹیبل پہ گئی۔ وہاں کافی سارے پرفیومز اور باڈی سپرے پڑے تھے۔

وہ ڈریسنگ کے پاس پہنچی۔ اور "ارمانی کوڈ" کی بوتل اٹھائی۔ حمران زیادہ تر یہ ہی لگاتا تھا۔ اور وہ بالکل نیا تھا۔

پرفیوم کو ایک نظر دیکھنے کے بعد اس نے سامنے والی دیوار پہ دے مارا۔ پرفیوم کڑچی کڑچی ہو چکا تھا۔ اسکے کلیجے میں ٹھنڈ پڑ گئی۔ اس بدتمیز کی وجہ سے اسے کل کتنی شرمندگی ہوئی کہ اس نے اپنا وعدہ پورا نہیں کیا۔ پھوپھو نے الگ سے ڈانٹا۔

دونوں ہاتھوں کو جھاڑتی مسکراتی ہوئی وہ باہر نکل گئی۔

□ □ □ □ □

"بول دیا کہ نہیں جا رہا تم لوگوں کے ساتھ شکار پہ تو مطلب نہیں جا رہا"۔ اپنے کمرے میں

داخل ہوتے ہوئے وہ فون پہ مغیز سے بولا۔ جو اسے اپنے ساتھ شکار پہ لے جانا چاہتا تھا۔

مغیز نے جواباً کیا کہا۔ اسے کچھ سمجھ نہ آئی۔ کیونکہ وہ ساکت کھڑا پرفیوم کے ٹکڑے دیکھ رہا تھا۔ کچھ کھے بغیر اس نے فون بند کیا۔

"نوراں - نوراں" - دروازے کی طرف منہ کر کے وہ زور سے چلایا۔

"جی صاحب جی" - لگے ایک منٹ میں وہ اسکے سامنے تھی۔

"میں نے تمہیں منع کیا تھا کہ میری غیر موجودگی میں تم میرے کمرے میں نہیں آؤ گی۔ تو تم کیوں آئی۔" وہ اونچی آواز میں چلایا۔

"قسم لے لیں صاحب جی۔ آپ کے جانے کے بعد میں تو ادھر سے گزرتی بھی نہیں۔" وہ گھبراتے ہوئے بولی۔

"تو کون آیا تھا میرے کمرے میں؟۔ یہ کس کا کارنامہ ہے۔" زمین پہ پڑے ٹکروں کی جانب اشارہ کرتے ہوئے وہ بولا۔

دوسری طرف نوراں کی زبان تالو سے چپک گئی۔ اس نے زینیا کو اس کمرے سے باہر نکلتے دیکھا تھا۔ پھر وہ ملازم تھی۔ مالکوں کے معاملے میں کیا بولتی۔

"میں کچھ پوچھ رہا ہوں تم سے؟" وہ سخت لہجے میں بولا۔ سمجھ تو اسے آگئی تھی کہ یہ کس کی کارستانی ہے۔

"پتا نہیں صاحب جی۔" وہ سر جھکاتے ہوئے بولی۔

"سچ بتاؤ۔ ورنہ مجھے تو تم جانتی ہونا۔" اس نے لہجہ مزید سخت کیا۔

"میں نے شام کو زینیا بی بی کو آپ کے کمرے سے نکلتے دیکھا تھا۔ باقی میں نہیں جانتی۔" وہ گھبرائی۔ حمران جتنا غصے کا تیز تھا۔ نوکری سے تو وہ جاتی ہی۔ ساتھ ہی پھر کہیں نوکری بھی نہ ملتی۔ کیونکہ حمران دشمن کو قبر تک پہنچانے کا قائل تھا۔ وہ کچھ بھی کہے بغیر کمرے سے باہر نکلا۔

نوراں بھی باہر نکل گئی۔ وہ پریشان ہو گئی۔ بڑے صاحب اور بیگم صاحبہ کسی دعوت پہ گئے تھے۔

-----□□□□□□-----

مجھ پہ لازم ہے کہ میں توڑو وہ پھول

جسکو کھلنے کا حق نہ دوں میں

زینیا بیڈ پہ ٹانگیں لمبی کر کے بیٹھی تھی۔ دوپٹہ ساتھ ہی پڑا تھا۔ وہ جینز اور کرتے کے ساتھ دوپٹہ لیتی تھی۔

تب ہی یکدم دم دروازہ کھلا۔ وہ گھبراء گئی۔ سامنے حمران کو دیکھ کر اسکے ماتھے پہ شکنوں کا جال بچھا۔ دوپٹے کو اس نے کندھوں پہ پھلایا۔

"تمیز نہیں ہے تمہارے اندر۔ دوسروں کے کمرے میں ناک کر کے آتے ہیں۔" بیڈ سے اترتے ہوئے وہ ناگوار انداز میں بولی۔

"مجھے تمیز مت سکھاؤ۔ تمہاری تمیز کا عالیشان مظاہرہ میں دیکھ چکا ہوں۔" کمرے کی وسط میں کھڑے ہوتے ہوئے وہ غصے سے بولا۔

"نکلو میرے روم سے۔" ہاتھ کے اشارے سے اس نے باہر جانے کا کہا۔

"میرا پرفیوم کیوں توڑا تم نے۔" اشتعال کو کنٹرول کرتے ہوئے وہ بولا۔ ورنہ دل تو کر رہا تھا۔ سامنے کھڑی لڑکی کا منہ توڑ دے۔

"میری بنائی ڈش کیوں خراب کی تم نے۔" سینے پہ دونوں بازو باندھے اسکے سامنے کھڑے ہوتے ہوئے وہ بولی۔



"واٹ؟؟؟- اُس کچھ پیسوں کی دُش کے لیے تم نے میرا اتنا مہنگا پرفیوم توڑ دیا" - وہ بولا۔ آواز میں استعجاب اور غصہ نمایاں تھا۔

"ہاں یہ اس کا بدلہ تھا" - وہ دونوں ابرو اٹھا کر سخت لہجے میں بولی۔

"میرا دل کر رہا تھا تمہیں یہیں گاڑ دو - جاہل نا ہو تو" - اسکا دائیاں بازو دبوچتے ہوئے وہ غرایا۔ ایک تو چوری اوپر سے سینہ زوری۔

"بازو چھوڑو" - وہ سخت لہجے میں بولی۔ اور بائیں ہاتھ سے بازو چھڑوانے کی کوشش کی۔

"معافی مانگو" - اس نے گرفت تیز کی۔

"کیوں معافی مانگو۔ تمہارا پرفیوم پھر بھی آسکتا ہے۔ لیکن جو میری محنت ضائع ہوئی وہ نہیں آسکتی۔ اب چھوڑو مجھے" - اس نے بازو چھڑانے کی جدوجہد تیز کر دی۔ اسکی گرفت میں اتنی سختی تھی کہ۔ اُسے لگا اُسکی ہڈیاں ٹوٹ جائیں گی۔

"معافی مانگو" - اس نے دوبارہ اپنے الفاظ دہرائے۔

"تو تم نہیں چھوڑو گے" - وہ بولی۔ اور بازو چھڑانے کی جدوجہد ترک کر دی۔

اُس نے نفی میں سر ہلایا۔

"چٹاخ" - اس نے بائیں ہاتھ سے اُسکے منہ پہ تمپڑ مارا۔

حمران نے فوراً بازو چھوڑا۔ وہ ششدر سا کھڑا یہ سمجھنے کی کوشش کر رہا تھا کہ اسکے ساتھ یہ ہوا کیا ہے۔ ماما، ڈیڈ نے کبھی اسے انگلی بھی نہیں لگائی تھی۔ اور یہ دوکے کی لڑکی۔۔۔۔۔۔

اس کو گم سُم دیکھ کر زینیا فوراً کمرے سے نکلی۔ اور دوسرے کمرے میں جا کر دروازے کو اندر سے لاک کر دیا۔ اسے پتا نہیں کیوں ڈر لگ رہا تھا۔

"پھوپھو پتا نہیں کب آئیں۔ اور فون بھی کمرے میں ہی رہ گیا تھا۔" وہ خود سے مخاطب ہوتی دوازے کے ساتھ ٹیک لگا کر نیچے بیٹھ گئی۔

دوسری طرف حمران کو جب ہوش کی دنیا میں واپس آیا تو زینیا کمرے میں نہیں تھی۔ مٹھیاں بھینچتا وہ کمرے سے باہر نکلا۔

یہ لڑکی تو آج اسکے ہاتھوں سے بچ نہیں سکتی۔

لیکن ایک دم وہ رُک گیا۔

"شکار کی گردن ایک دفعہ تن سے جدا کرنے میں وہ مزا نہیں جو اسکو زخمی کر کے تڑپ تڑپ کے مرتے دیکھ کر ہے۔"

اسکے لبوں پہ ایک شاطرانہ مسکراہٹ آئی۔

□□□□□

"نوراں بتا رہی تھی کہ تمہارا اور حمران کا کل جھگڑا ہوا ہے۔" ثمرہ نے کچن میں کافی بناتی زینیا سے کہا۔

"نہیں کوئی ایسا خاص جھگڑا نہیں ہوا۔" اس نے نظریں چرائی۔ اسے ڈر تھا کہ کہیں پھوپھو اسکی انسلٹ ہی نہ کریں۔ کیونکہ وہ اسے حمران سے الجھنے سے منع کرتی تھیں۔

"بیٹا اگنور کیا کرو۔ وہ وقت کے ساتھ ساتھ سمجھ جائے گا۔ فیملی میں ہم۔" وہ نرمی سے بولیں۔

"توبہ کریں پھوپھو۔ میری کوئی فیملی نہیں ہے وہ۔" وہ جلدی سے بولی۔ اُس جنگلی کے ساتھ وہ کوئی رشتہ نہیں رکھنا چاہتی تھی۔ یہ خطاب اُس نے حمران کو کل ہی دیا تھا۔

"اگر دونوں طرف سے ایسا ہی رویہ رہا تو تعلقات کیسے ٹھیک ہونگے۔ کسی ایک کو تو اپنے رویے میں لچک لانی ہوگی۔ تم ہی لے آؤ۔" انہوں نے اُسے سمجھانا چاہا۔

"پھوپھو اُسے بدتمیزیاں آپ اگنور کر سکتی ہیں نہیں۔ اور میرا مشورہ تو یہ ہے کہ کسی دن آپ بھی اسکی کلاس لیں۔ تاکہ وہ اپنی اوقات میں واپس آئے۔ میں آپکو بتا رہی ہوں یہ پیار کی زبان سمجھنے والا نہیں۔" وہ ناک چڑھاتے ہوئے بولی۔

"میں ایسا نہیں کر سکتی۔ میں صرف مصطفیٰ سے محبت نہیں کرتی۔ اسکے ساتھ منسلک لوگوں سے بھی کرتی ہوں۔" وہ مسکرائیں۔

وہ جواباً کچھ نہ بولی۔

□ □ □ □ □ □ □ □ □ □

"ادھر آؤ کچھ بات کرنی ہے۔" مصطفیٰ کمال نے عروہ کو اپنے کمرے میں آنے کا اشارہ کرتے ہوئے۔

وہ تھوڑا پریشان ہوا۔ اور انکے پیچھے چل دیا۔ جیسے ہی وہ انکے کمرے میں پہنچا ثمرہ کو وہاں بیٹھے دیکھ کر اس کے ماتھے پہ تیوری چڑھی۔

جو سامنے بیٹھی ثمرہ سے پوشیدہ نہ رہ سکی۔

"آپ لوگ بات کریں۔ میں چائے بھیجواتی ہوں۔" وہ صوفے سے اٹھتے ہوئے بولیں۔

"بیٹھو تم۔ آج صاف بات ہوگی۔" وہ فوراً بولے۔ اور ساتھ ہی حمران کو بیٹھنے کا اشارہ کیا۔

وہ ناچاہتے ہوئے بھی صوفے پہ ٹک گیا۔ انداز ایسا تھا کہ ابھی ہی بھاگ جائے گا۔

"میں نے سوچا کہ آج حقیقت سے پردہ اٹھ ہی جائے۔ شاید اُسکے بعد تم بدگمانی سے نکل آؤ۔" وہ

سنجیدہ لہجے میں بولے۔ اور ایک نظر ہاتھوں کو مسلتی ثمرہ پہ ڈالی۔

"کیسی حقیقت۔" وہ تعجب انگیز لہجے میں بولا۔

"میری اور ثمرہ کی کہانی۔" وہ بولے۔

□□□□□□□□

"میں اور ثمرہ کلاس فیلوز تھے۔ اور ایک دوسرے سے محبت کرتے تھے۔ میں ثمرہ کی فیملی سے

ملا۔ اور انہیں پسند بھی آیا۔ اب میں نے اپنے پرنس کو اس تعلق کے بارے میں بتا کر رشتہ لے کر جانے کو کہنا تھا۔ لیکن یہ نہ ہوسکا۔ چچا جان (حمران کے نانا) بہت بیمار ہو گئے۔ اور انکی یہ خواہش

تھی کہ اپنی اکلوتی اولاد منیبہ کی شادی کر دیں۔ چچا کے بچنے کے کوئی امکانات نہ تھے۔ بابا نے میرا رشتہ مانگ لیا۔ جب مجھے پتا چلا تو میں بہت چیخا چلایا۔ لیکن بابا کی جذباتی بلیک میلنگ کے آگے گھنٹے

ٹیک دے۔ یوں منیبہ میری زندگی میں آگئی۔ اور ثمرہ ہمیشہ کے لیے چلی گئی۔ اُس نے مجھ سے کوئی شکایت نہیں کی۔ جب چچا جان کا انتقال ہو گیا تو بابا نے مجھ سے کہا کہ میں اگر چاہو تو وہ میرا رشتہ

ثمرہ کے گھر لے کے جاسکتے ہیں۔ لیکن میں نے انکار کر دیا۔ کیونکہ میں جانتا تھا کہ میں دونوں میں

انصاف نہیں کر سکوں گا۔



میں نے تمہاری ماں کے ساتھ ایک مثالی خوشگوار زندگی گزاری۔ تم اسکے گواہ ہو۔ تمہاری ماں کے انتقال کے بعد میری ثمرہ سے اتفاق یہ طور پہ لاہور میں ملاقات ہوئی۔ یہ لوگ لاہور شفٹ کر گئے تھے میری شادی سے پہلے ہی۔

اور مجھے یہ جان کر بہت تکلیف ہوئی کہ ثمرہ نے شادی نہیں کی۔ میں نے فوراً اسے شادی کی آفر کی۔ یہ تمہاری وجہ سے راضی نہیں ہو رہی تھی۔ لیکن میں نے منا لیا۔ کیونکہ مجھے اسکی اور اُسکو میری ضرورت تھی۔

-----□□□□□-----

"مجھے بتاؤ کیا غلط کیا میں نے۔ کیا اپنی محبت سے نکاح کر لینا غلط ہے۔ لوگ جو مرضی کہیں مجھے فرق نہیں پڑتا۔ مجھے صرف تمہارے رویے سے فرق پڑتا ہے۔" دونوں ہاتھوں کو باہم پھنسائے وہ کاریٹ کو گھورتے ہوئے بولے۔ وہ اپنے آنسو روکنے کی کوشش کر رہے تھے۔ دوسری طرف حمران کا دل کیا کہ زمین پھٹے اور وہ اس میں سما جائے۔ کتنا غلط سمجھا اُس نے ڈیڈ اور ثمرہ کو۔

"آئی ایم سوری۔ آپ لوگ پلیز مجھے میرے گزشتہ رویے کے لیے معاف کر دیں۔" وہ ان دونوں کی طرف دیکھتے ہوئے بولا۔

"اُس اوکے۔ تم اپنے رویے میں حق بجانب تھے۔" ثمرہ فوراً بولی۔

اس نے سوالیہ نظروں سے ڈیڈ کو دیکھا۔ انہوں نے بھی سر اثبات میں ہلا کر معافی کا اشارہ دیا۔ "تمہنکس آنٹی اور ڈیڈ آپ دونو بہت اچھے ہیں۔" وہ مسکرا کر بولا۔ اور سکون کا سانس لیا۔

"اگر تم مجھے مئی کہوں گے۔ تو مجھے خوشی ہوگی۔" ثمرہ بولی۔

وہ اس بات پہ تھوڑا کشمکش کا شکار ہوا۔

"اوکے مئی۔" وہ مسکرا کر بولا۔ اس عورت نے کتنا برداشت کیا تھا۔ اُس کے ڈیڈ کے لیے۔ اتنا تو وہ کچھ کر ہی سکتا تھا۔

جہاں ثمرہ کو بہت خوشی ہوئی۔ وہاں مصطفیٰ نے بھی سکون کا سانس لیا۔ ورنہ اُسے حمران سے امید نہیں تھی کہ وہ ثمرہ کو معاف کر دے گا۔

□□□□□□

آج اسکی آنکھ دیر سے کھلی تھی۔ جلدی سے اس نے منہ ہاتھ دھویا۔ اور ڈانگ روم کی طرف بھاگی۔ سامنے کا منظر دیکھ کر حقیقتاً اسکا منہ کھل گیا۔ ناشتے کی ٹیبل پہ حمران ثمرہ کے ساتھ بیٹھا مسکرا مسکرا کر بات کر رہا تھا۔

"آؤ نابیٹارک کیوں گئی۔" مصطفیٰ بولے۔

وہ سر ہلاتی اندر داخل ہوئی۔ اور سلام کر کے کرسی کھینچ کے بیٹھ گئی۔

"میں سوچ رہا تھا کہ آپ حمران والی یونیورسٹی میں ہی ایڈمیشن لے لو۔ آنے جانے میں آسانی ہوگی۔" وہ اسکی طرف دیکھ کر بولے۔

اس نے مدد طلب نظروں سے پھوپھو کی طرف دیکھا۔ جنہوں نے اسے ہاں کرنے کا اشارہ کیا۔ پھر اُس نے حمران کی طرف دیکھا کہ شاید وہ ہی انکار کر لے۔ لیکن وہ تو سکون سے بیٹھا ایسے ناشتہ کر رہا تھا۔ جیسے بہت ہی ضروری کام ہے۔

"جیسے آپ کو ٹھیک لگے۔" وہ زبردستی مسکراتے ہوئے بولی۔ اب جب وہ بدتمیز انکار نہیں کر رہا تھا۔ تو وہ انکار کر کے کیوں بُری بنتی۔

سب نے خاموشی سے ناشتہ کیا۔ جیسے ہی انکل اور حمران باہر نکلے۔ وہ فوراً اٹھی اور پھوپھو کی ساتھ والی کرسی پہ بیٹھ گئی۔

"پھوپھو میں نہیں لے رہی اُس بدتمیز کی یونیورسٹی میں ایڈمیشن۔ آپ انکل کو انکار کر دیں۔" وہ منہ بناتے ہوئے بولی۔

"مصطفیٰ ٹھیک کہہ رہے تھے۔ تم دونوں ایک یونی میں ہو گے۔ تو آسانی رہے گی۔" پھوپھو اسکی طرف دیکھتے ہوئے بولیں۔

"پھوپھو آپ کر سکتی ہیں اُسکی بدتمیزیاں برداشت۔ میں نہیں۔ اور آج یہ کیا ہو رہا تھا؟" آخری جملہ اس نے حیرت سے کہا۔

"انہوں نے حمران کو میری اور اپنی کہانی بتائی۔ اور وہ بہت شرمندہ ہوا۔ نا صرف اس نے مجھ سے معافی مانگی۔ بلکہ مجھے ماں بھی کہا۔ تم یقین مانو جب میں نے اسکے منہ سے "ماں" کا لفظ سنا۔ تو مجھ لگا کہ میری ریاضت ضائع نہیں گئی۔" وہ غم آنکھوں سے مسکراتے ہوئے بولیں۔

وہ جو یہ کہنا چاہتی تھی کہ یہ سب اُس بدتمیز کا ڈرامہ ہوگا۔ چپ ہوگئی۔ وہ پھوپھو کو دکھی نہیں کرنا چاہتی تھی۔

-----□□□□□□□-----

ہر شخص منافق ہے یہاں

کس کا کیا چہرہ ہے سچا  
تو ہی جانے رب میرے

بلیک کار اسلام آباد کی صاف ستھری سڑکوں پہ رواں دواں تھی۔  
حمران نے ایک نظر اپنے ساتھ بیٹھی زینیا پہ ڈالی۔ جو باہر دیکھ رہی تھی۔ زینیا نے اسکی یونیورسٹی میں  
ایڈمیشن لیا تھا۔ گئی تو وہ ڈرائیور کے ساتھ تھی۔ لیکن واپسی پہ حمران نے ڈرائیور کو واپس بھیج  
دیا۔ اسے اُس سے ایک ضروری بات کرنی تھی۔

زینیا نے جب اسکو دیکھا۔ تو اسکے چہرے پہ ناگواری کے تاثرات چھا گئے۔ جو اس نے چھپانے کی  
بالکل کوشش نہیں کی۔ اب وہ گاڑی میں تو بیٹھ گئی تھی۔ پھر اسکا موڈ ٹھیک نہیں تھا۔  
"آئی ایم سوری جو اُس دن ہوا۔ میں اسکے لیے بہت شرمندہ ہوں۔" وہ شرمندہ لہجے میں اسکی طرف  
دیکھتے ہوئے بولا۔

"مجھے یقین نہیں آ رہا۔ یقیناً یہ تمہارا کوئی ڈرامہ ہوگا۔" وہ اسکی طرف دیکھتے ہوئے بولی۔ اُسے واقعی  
یقین نہیں آ رہا تھا۔

"میں سمجھ سکتا ہوں تمہاری کیفیت۔ میرے رویہ کی یہ اچانک تبدیلی تم سے ہضم نہیں  
ہو رہی۔ مجھے تم سے اور مُمی سے صرف یہ ہی مسئلہ تھا کہ مجھے ایسا لگتا تھا مُمی میری ماما کی جگہ لینے  
کی کوشش کر رہی ہیں۔ لیکن پاپا کے حقیقت بتانے کے بعد وہ غلط فہمی بھی دور ہوگئی۔ میرا جو رویہ  
شروع سے تمہارے ساتھ رہا اور پھر وہ واقعہ۔ میں واقعی ہی شرمندہ ہوں۔ اب یہ تمہاری مرضی ہے



کہ تم مجھے معاف کرتی ہو یا نہیں۔" وہ سنجیدگی سے سامنے دیکھتے ہوئے بولا۔ گاڑی کی سپیڈ اس نے آہستہ رکھی ہوئی تھی۔

زینیا نے اُسکی طرف دیکھا۔ اُسکے چہرے پہ اُسے واقعی شرمندگی نظر آئی۔

"میں نے تمہیں معاف کیا۔" وہ مسکرا کر بولی۔

"شکریہ۔" وہ ہلکا سا مسکرایا۔

"تمہیں اگر یونیورسٹی میں کوئی بھی مسئلہ ہو۔ تم بلا جھجھک مجھے بتا سکتی۔" وہ توقف کے بعد بولا۔

"ویلے تو میں اپنے مسئلے خود ہی حل کرنے کی قائل ہوں۔ لیکن پھر بھی اگر کبھی کوئی ایسا

مسئلہ ہوا جو مجھ سے حل نہ ہو سکا تو ضرور۔" وہ جواباً بولی۔ ساتھ ہی اُسے یہ بھی باور کرا دیا کہ اپنے

مسائل حل کرنے کی صلاحیت رکھتی ہے۔

"اتنا تو جان ہی گیا ہوں کہ تم کسی سے ڈرتی نہیں ہو۔ اچھی بات ہے لڑکیوں کو مضبوط ہونا

چاہیے۔ لیکن تمہیں نہیں لگتا کہ اتنی بھی مضبوط نہ ہوں کہ وہ یہ بھول جائیں کہ بہر حال وہ ایک

لڑکی ہے۔ اور لڑکیاں کو بہت سی باتیں اگنور کر کر دینی چاہیے۔" وہ احتیاط سے موڑ کاٹتے ہوئے

بولا۔

"میری یہ رائے ہے کہ جہاں پہ بات صحیح غلط کی ہو وہاں خاموش نہیں رہنا چاہیے۔ چاہے لڑکی ہو

لڑکا۔" وہ کندھے اُچکا کر بولی۔

"لیکن پھر بھی یہ وہ معاشرہ ہے۔ جہاں صرف مرد کے حقوق کی بات کی جاتی ہے۔ ایسا

معاشرے ایسی عورت کو قبول نہیں کرتا۔ جو مرد سے مقابلہ بازی کرے۔" وہ جواباً بولا۔

"تو یہ معاشرہ بنانے والے بھی ہم لوگ ہیں۔ اگر آج ایک انسان اٹھ کے یہ بات کرے گا کہ حقوق عورت بھی رکھتی ہے۔ تو اسکو دیکھ کر کل کوئی دوسرا بھی اٹھے گا۔ پھر اسطرح ایک ایک کر کے ہر کوئی اٹھ کھڑا ہوگا۔ پھر ہی یہ معاشرہ تبدیل ہوگا۔ تبدیلی کی ابتدا اکائی سے ہی ہوتی ہے۔" وہ سنجیدہ انداز میں بولی۔

"صحیح کہا تم نے۔ واقعی اگر ہر انسان صرف اپنی سوچ بدلے تو یہ معاشرہ ٹھیک ہو سکتا ہے۔ ویلے ایک بات ہے۔ تم سے بحث میں کوئی نہیں جیت سکتا۔" اس نے آخری بات مسکرا کر کہی۔ اور گاڑی گیٹ سے اندر کی۔ وہ مسکراتے ہوئے اپنی فائز اور بیگ اٹھانے لگی۔

□ □ □ □ □ □

آج سنڈے تھا۔ تو ثمرہ نے سوچا کہ حمران اور زینیا کی پسند کا کھانا بنا دے۔ کیونکہ سنڈے والے دن تو وہ دونوں لیٹ ہی اٹھتے۔ اور پھر ایک بار کھانا ہی کھاتے۔ وہ کچن میں کھڑی خود تو کھانا بنا رہی تھیں۔ ساتھ ساتھ مدد کرتی نوراں کو بھی ہدایات دے رہی تھیں۔

"پھوپھو ویلے یہ سراسر نا انصافی ہے۔ میرے لیے تو کبھی آپ نے کچھ نہیں بنایا۔ اور اپنے بیٹے کے لیے دھڑا دھڑا ڈشیں بن رہی ہیں۔" زینیا نے کچن میں داخل ہوتے ہوئے کہا۔

"شرم کر لو کچھ۔ ہمیشہ سے تمہاری پسند کا کھانا بنایا ہے۔ اب اگر بچارے حمران کی پسند کا بنا دیا تو کیا ہو گیا۔ کوئی حال نہیں ہے آج کل کے بچوں کا۔" وہ مصنوعی خفگی سے بولی۔

"میں دیکھ رہی ہوں۔ آپ اسکو کچھ زیادہ ہی اہمیت دے رہی ہیں۔" اہلی ہوئی بوٹیوں میں سے ایک بوٹی اٹھاتے ہوئے وہ بولی۔ پھوپھو دلیم بنا رہی تھی۔ اسکی فیورٹ۔

"میں نہ کسی کو زیادہ اہمیت دے رہی یا نہ کم۔ دونوں بچے میرے لیے برابر ہیں۔" اسکے سامنے سے بوٹیوں والا ڈونگا اٹھاتے ہوئے وہ بولیں۔ انہیں پتا تھا اگر تھوڑی دیر اور یہ ڈونگا ادھر رہا تو آدھا خالی ہو جائے گا۔

"یہ نا انصافی ہے پھوپھو۔" وہ ڈونگے کی طرف اشارہ کرتے ہوئے منہ پھٹلا کر بولی۔

"چلو نکلو باہر۔ تمہاری ہی فیورٹ ڈش بن رہی ہے۔" وہ جواباً بولی۔

"مجھے پتا ہے پھوپھو اب آپ اُس سے زیادہ پیار کرتی ہیں۔ مجھ سے نہیں کرتی۔ مجھے نہیں پتا تھا کہ آپ اتنا بدل جائیں گی۔" وہ مصنوعی خفگی سے کہتی فریج کی طرف بڑھی۔ اندر آتے حمران کو اس نے نہیں دیکھا تھا۔

"مُمی مجھے نہیں پتا تھا کہ آپ کی اس بھتیجی میں جیلسی کے جراثیم بھی پائے جاتے ہیں۔" وہ ثمرہ کی طرف دیکھ کر مسکرا کر بولا۔

زینیا فوراً پلٹی۔ اُسے نہیں پتا تھا کہ وہ بھی کچن میں آگیا ہوگا۔ اووف کیا سوچے گا اُس کے بارے میں۔

"یہ جراثیم پہلے نہیں تھے۔" پھوپھو جواباً بولی۔

"میں مزاق کر رہی تھی۔" وہ فوراً بولی۔

"اب تمہارے دل میں کیا ہے۔ یہ تو ہم نہیں جان سکتے۔" اسکے پاس آتے ہوئے وہ بولا۔ اور پانی کی بوتل لینے کے لیے ہاتھ بڑھایا۔

اس نے فوراً بوتل اُسکو پکڑائی اور پھوپھو کی طرف بڑھی۔

"ارے نہیں میری بھتیجی تو بہت سادہ اور معصوم ہے۔" زینیا کے کندھے پہ ہاتھ رکھتے ہوئے وہ محبت بھرے لہجے میں بولی۔

یہ سن کر حمران کے حلق سے ہنسی کا ففوارہ نکلا۔ اور ساتھ ہی منہ میں موجود پانی کا بھی۔  
"دیکھ رہی ہیں اسکو۔" وہ منہ پھلاتے ہوئے بولی۔ اور پیر پٹختی باہر نکل گئی۔  
"حد ہے یہ کوئی ہنسنے کی بات تھی۔" زینیا نے دل میں سوچا۔

"یہ ایسے ہی چھوٹی چھوٹی باتوں پہ ناراض ہو جاتی ہے۔ اور سب سے اچھی بات پھر خود ہی مان جاتی ہے۔" وہ حمران کی طرف دیکھتے ہوئے بولیں۔ انہیں بہت خوشی ہوئی تھی کہ دونوں بچے آپس میں ٹھیک ہو گئے تھے۔ اور وہ یہ خبر جلد از جلد کام کے لیے گئے لاہور گئے مصطفیٰ کو بھی سنانا چاہتی تھیں۔

"چلیں میں آپکی مدد کروا دوں وہ معصوم اور سیدھی سادھی لڑکی تو ناراض ہو کر کام سے جان چھڑا کر چلی گئی۔" وہ پُر مزاح انداز میں بولتا۔ کاؤنٹر کی طرف بڑھا۔  
تھوڑی دیر بعد منہ کے زاویے بناتی زینیا بھی واپس آگئی۔ پھوپھو نے اسے ماتھے پہ پیار کیا۔ تب جا کر اسکا موڈ بحال ہوا۔

-----□□□□-----



وہ یونیورسٹی کے گرائونڈ میں بیٹھی آس پاس سے گزرتے سٹوڈنٹس کو دیکھ رہی تھی۔ ایک ہفتے سے اوپر ہو چکا تھا۔ اسے یونی آئے۔ لیکن اس نے کوئی دوست نہیں بنائی تھی۔

"تم اکیلی کیوں بیٹھی ہو؟" حمران اسکے سامنے بیٹھتے ہوئے بولا۔ وہ اپنے گروپ کے ساتھ بیٹھا تھا جب اس نے زینیا کو اکیلے بیٹھے دیکھا۔ ان دونوں کا ایک ہی ڈیپارٹمنٹ تھا۔ اپنے گروپ کو چھوڑ کر وہ اسکے پاس آگیا۔

"میری کوئی دوست نہیں ہے یہاں۔ تو اکیلا ہی بیٹھنا ہے۔" بالوں کو کان کے پیچھے اڑستے ہوئے وہ بولی۔

"کیا مطلب دوست نہیں ہے۔ لڑکیاں تو دو منٹ لگاتی ہیں دوستی کرنے میں۔" وہ اسکے سامنے بیٹھے ہوئے حیرت سے بولا۔

"وہ اور لڑکیاں ہوتی ہیں۔ یقین مانو اپنی پوری زندگی میں میں نے ایک ہی دوست بنائی ہے۔ اور وہ سکول کالج تک میرے ساتھ تھی۔ اب یہاں ایک ہفتے میں دوست بنانا میرے لیے تو مشکل ہے۔" وہ اسکی طرف دیکھتے ہوئے بولی۔

"میں جب بھی تم سے ملتا ہوں حیرت میں مبتلا ہو جاتا ہوں۔ پتا نہیں تم کیا ہو؟" سر جھٹکتے ہوئے وہ بولا۔

"انسان ہوں۔ ایک لڑکی ہوں۔" وہ مسکرا کر بولی۔

"وہ بھی سیدھی سادھی اور معصوم۔" وہ برجستہ بولا۔

"اب اس چیز کو میری چڑ نہ بنا لینا"۔ وہ فوراً بولی۔

"یہ معصوم اور سیدھی سادھی لڑکی مجھ سے دوستی کرے گی۔ ویلے میں لڑکیوں سے دوستی نہیں کرتا"۔ وہ بیگ سے چاکلیٹ نکال کر اسکی طرف بڑھاتے ہوئے بولا۔

"ہم فیملی ہیں۔ ان فارمیٹیز میں پڑھنے کی ہمیں کیا ضرورت ہے"۔ وہ اس بات پہ پہلے تو چونکی۔ پھر بولی۔ وہ اب اُسکو فیملی تسلیم کر چکی تھی۔

"ہاں وہ تو ہے۔ لیکن دوستی کا رشتہ ایک الگ چیز ہے۔ اور اگر فیملی ممبر کے درمیان دوستی ہو تو کیا ہی بات ہے"۔ اُس نے کہا۔

"اوکے ٹھیک ہے۔ چلو آج سے ہم دوست۔ لیکن تم نے تو کہا تھا کہ تم لڑکیوں سے دوستی نہیں کرتے۔ پھر؟"۔ آنکھوں کو گھماتے ہوئے وہ بولی۔

"بالکل لیکن تمہاری بات کچھ اور ہے"۔ وہ بولا۔

"مطلب"۔ وہ الجھی۔

"مطلب کہ ہم تو فیملی ہیں۔ چلو اس دوستی کی خوشی میں کینٹین کا ایک چکر لگاتے ہیں"۔ وہ

جواباً بولا۔ اور اٹھ کھڑا ہوا۔

وہ بھی کھڑی ہوگئی۔

-----□□□□-----

آج وہ سب صحیح معنوں میں ایک خاندان کی طرح بیٹھ کے کھانا کھا رہے تھے۔

"آپ کو کونسی گاڑی چاہیے زینیا؟"۔ مصطفیٰ نے ثمرہ کے ساتھ بیٹھی زینیا سے پوچھا۔

"مجھے کوئی گاڑی نہیں چاہیے۔ میں نے کیا کرنا ہے گاڑی کا۔" زینیا بولی۔

"گاڑی ہوئی تو آپ کو آنے جانے میں آسانی رہے گی۔ ابھی تو حمران آپ کو چھوڑ دیتا ہے۔ لیکن بعد میں پھر اُسکے لیے مشکل نہ ہو۔" وہ پہلے زینیا اور پھر حمران کی طرف دیکھ کر بولے۔  
"ڈیڈ مجھے کوئی مسئلہ نہیں ہے۔ زینیا کو ساتھ لے جانے میں۔ ہاں اگر لینا چاہے تو اسکی مرضی ہے۔" وہ پہلے ڈیڈ اور پھر سامنے بیٹھی زینیا کی طرف دیکھتا ہوا بولا۔

"نہیں مجھے بھی کوئی مسئلہ نہیں ہے۔" وہ فوراً سے بولی۔

"اور زینیا کو تو گاڑی دینے کا سوچے گا بھی مت۔ دو دفعہ اپنا ایکسیڈنٹ کر وا چکی ہے۔" ثمرہ بولیں۔

"انکل ویلے آپ نے ایک بات نوٹ کی ہے۔ پھوپھو آجکل مجھے کچھ زیادہ ہی بے عزت نہیں کر رہیں۔" وہ خفگی سے بولی۔ پھوپھو مجال ہے جو کوئی بات راز رہنے دیں۔

"اور اسکا کریڈٹ مجھے بالکل نہیں جاتا۔" حمران فوراً دونوں ہاتھ اٹھا کر بولا۔

"یہ تمہاری پھوپھو کا محبت کا انداز ہے۔" انہوں نے فوراً ثمرہ کی صفائی پیش کی۔

"اور نصیحت اپنوں کو ہی کی جاتی ہے۔ جب بڑے کسی چیز کا کھے بے شک انکا لہجہ خراب

ہو۔ لیکن بات آپکے فائدے کی ہی ہوتی ہے۔" ثمرہ سنجیدہ انداز میں بولیں۔

"لیکن مجھے ایسے لگتا ہے۔ میں آپ کو نہیں کہہ رہا لیکن بڑوں کو ایک تو پیار سے سمجھانا

چاہیے۔ اور دوسرا اسطرح کے کسی کی عزت نفس مجروح نہ ہو۔" حمران نے بھی اپنا حصہ ڈالا۔

"یہ بات ٹھیک ہے۔ واقعی بڑوں کو بچوں کی انکے دوستوں وغیرہ کے سامنے بے عزتی نہیں کرنی چاہیے۔ فیملی کی بات اور ہوتی ہے۔ لیکن جو ایک اور اہم بات ہے۔ وہ یہ ہے کہ آجکل کے بچوں کو اگر کوئی نصیحت کرو تو بُرا منا لیتے ہیں۔" مصطفیٰ سنجیدہ انداز میں بولے۔

"ایک اور چیز آجکل کے بچوں کو کچھ کہیں تو آگے سے کہتے ہیں کہ ہمیں زیادہ پتا ہے۔ یعنی تجربہ تو کوئی معافی ہی نہیں رکھتا۔" ثمرہ نے اگلا شکوہ کیا۔

"یہ بات تو ٹھیک کہی آپ نے۔ لیکن بہت سی چیزیں ایسی ہوتی ہیں۔ جو وقت گزرنے کے ساتھ تبدیل ہو جاتی ہیں۔" حمران نے کہا۔ اور زینیا کی طرف دیکھا کہ شاید وہ بھی کچھ بول دے۔

"سیدھی سی بات ہے کہ بڑے چھوٹوں سے شفقت سے پیش آئیں۔ اور چھوٹے بڑوں کی عزت کریں۔ تو بہت سی چیزیں خود ہی حل ہو جائیں۔" کب سے خاموش بیٹھی زینیا نے چند جملوں میں بحث سمیٹ دی۔

سب نے اس بات کی تائید کی۔

-----□□□□□-----  
"یہ لو۔" حمران نے زینیا کی طرف آسکریم کا کپ بڑھاتے ہوئے کہا۔ وہ دونوں اس وقت کینٹین میں بیٹھے تھے۔

"تھنکس۔"

"دوستوں میں نو ایکسکیوز اور نو سوری۔" وہ مسکرا کر بولا۔

"اور بل دینے کا تکلف بھی نہیں۔" چمچ منہ میں ڈالے ہوئے وہ بولی۔



"روپیہ اپنا اپنا"۔ جواب فوراً آیا۔

وہ بے ساختہ ہنسی۔

اور وہ اسے دیکھتا رہ گیا۔

"تمہارے فریڈ کیا کہیں گے کہ تم میرے پاس ہی بیٹھے رہتے ہو"۔ ہنسی کنٹرول کرتے ہوئے وہ بولی۔

"وہ مجھے اچھے سے جانتے ہیں۔ اسلیے کچھ ایسا ویسا نہیں بولیں گے"۔ موبائل پہ آئی کال بند کرتے ہوئے وہ بولا۔

"کلاس میں میرے اب ایک دو لڑکیوں سے اچھی بات چیت ہوتی ہے۔ وہ مجھے کہہ رہی تھیں کہ جب کلاس نہ ہو تو میں انکے ساتھ گپ شپ لگایا کروں۔ میں سوچ رہی ہوں کہ آئندہ ایسا ہی کر لو"۔

"لگتا ہے میری کمپنی تمہیں پسند نہیں"۔ کال دوبارہ آرہی تھی۔

"ارے نہیں ایسی بات نہیں ہے۔ میں تو تمہاری آسانی کے لیے کہہ رہی تھی۔ ہم تو گھر میں بھی آرام سے بات کر سکتے ہیں۔ تم یہاں فری ٹائم اپنے دوستوں کے ساتھ گزارو"۔ وہ فوراً بولی۔ اور اسکی غلط فہمی دور کرنا چاہی۔

"کاش تم اتنی معصوم نہ ہوتی"۔ وہ ٹھنڈی آہ بھرتے ہوئے بولا۔

"کیا مطلب"۔ وہ بولی۔ حمران کی اکثر باتیں اُسے الجھا دیتی تھیں۔ پھر وہ گھنٹوں سوچتی کہ کیا اس بات کا وہ ہی مطلب ہے۔ جو وہ سمجھ رہی ہے۔

"کچھ نہیں۔ انسان کو اچھا لگتا ہے کہ وہ اپنا وقت کسی بہترین انسان کے ساتھ گزارے۔ اور میں خوش ہوں ایسے ہی۔ تم اپنا بتاؤ۔" اس نے فون دوبارہ کاٹا۔

"مجھے کیا مسئلہ ہونا ہے۔ مجھے بھی اچھا لگتا ہے اس طرح بات کرنا۔" وہ سادہ انداز میں بولی۔

حمران اس بات پہ چونکا۔ اور اسکے چہرے پہ کچھ تلاش کرنا چاہا۔ پر ناکامی ہوئی۔

"اچھا سنو۔ اگر میں کوئی چیز کھانے کی فرمائش کرو تو تم پوری کرو گی۔" آسکریم کا آخری چچ لگاتے ہوئے وہ بولا۔

"جو بھی فرمائش کرنا۔ ویک اینڈ پہ کرنا۔ اس سے پہلے ممکن نہیں۔" اس نے کہا۔

"اچھا۔ چلو پھر ویک اینڈ پہ سہی۔"

□□□□□□

"مصطفیٰ ایک بات پوچھو۔" ڈریسنگ ٹیبل کے سامنے بیٹھی ہاتھوں کا مساج کرتے ہوئے شرہ نے کہا۔

"جی۔" لپ ٹاپ پہ نظریں جمائے وہ بولیں۔

"آپکا حمران کی شادی کہاں کرنے کا ارادہ ہے؟" وہ انکی طرف رخ کرتے ہوئے بولیں۔

"آپ کو یہ خیال کیسے آگیا۔" انہوں نے چہرہ اوپر اٹھاتے ہوئے حیرت بھرے لہجے میں کہا۔

"ویسے ہی آگیا۔ میں ماں ہوں۔ کیا نہیں سوچ سکتی۔" وہ خفگی سے بولیں۔

"ارے ناراض ہونے والی کیا بات ہے۔ میں نے تو ویسے ہی کہہ دیا۔" وہ ایک گھبرائے۔

"ناراض نہیں ہوئی۔ بس حساس ہو جاتی ہوں۔" وہ مسکرا کر بولیں۔

"بس کبھی بدگمان مت ہوئے گا۔" وہ بھی جواباً مسکرائے۔

"ہماری بات تو وہیں رہ گئی۔" سٹول سے اٹھتے ہوئے وہ بولیں۔

"جہاں اسکی خواہش ہو۔ کیا آپ نے کوئی پسند کر لی اسکے لیے۔" وہ بولے۔

"میرا دل ہے کہ ہم حمران اور زینیا کا رشتہ کر دیں۔" وہ دل کہ بات زبان پہ لائیں۔

"یہ تو ناممکن لگتا ہے مجھے۔" انہوں نے نفی میں سر ہلایا۔

"ناممکن کیوں۔" وہ حیرت سے بولیں۔

"ان دونوں کے تعلقات۔۔۔ انہوں نے بات ادھوری چھوڑی۔

"وہ تو کب کے ٹھیک ہو گئے۔ بلکہ اب تو وہ اچھے دوست بھی بن گئے ہیں۔" انکے سامنے بیٹھتے ہوئے ثمرہ اپنی طرف سے ایک اچھی خبر دی۔

"دوست ہو گئے وہ۔ پھر میں حمران کو جانتا ہوں۔ وہ زینیا سے محبت نہیں کرتا۔ اور نہ ہی زینیا کرتی ہو۔ دونوں بس دوست ہیں۔ اس سے زیادہ تم نہ سوچو۔" انہوں نے ٹالا۔ وہ حمران کو مہلت ہی اچھے سے جانتے ہیں۔ پھر یہ بات وہ ثمرہ کو نہیں سمجھا سکتے تھے۔ کہ انکار کے پیچھے وجہ کیا ہے۔

"چلیں ابھی تو صرف دوست ہیں۔ لیکن جلد ہی کیل بھی بن جائیں گے۔ مجھے یقین ہے اس بات کا۔ پھر آپ انکار نہیں کریں گے۔" وہ انگلی اٹھا کر بولیں۔

"میں ابھی بھی انکار نہیں کر رہا۔ نہ مجھے کوئی اعتراض ہے۔ زینیا بہت پیاری بچی ہے۔ چلیں مستقبل میں جو ہوگا وہ دیکھ لیں گے۔" وہ سنجیدہ انداز میں بولے۔

"آپ دیکھیے گا کہ میرا اندازہ ٹھیک ہی ہوگا۔" وہ پُر یقین لہجے میں بولیں۔

انہوں نے صرف مسکرائے پہ اکتفا کیا۔

-----□□□□□-----

"کیا ہوا ہے کس کہ کال ہے۔" وہ حمران کی طرف دیکھتے ہوئے بولی۔ وہ دونوں ٹی وی لاؤنج میں بیٹھے تھے۔

"میری خالہ زاد عروج۔" زینیا کی بات پہ سر اٹھا کر اس نے جواب دیا۔  
"تو اٹینڈ کرو۔"

"مجھے نہیں پسند وہ۔" وہ منہ بناتے ہوئے بولا۔

"کیوں؟" وہ حیران ہوئی۔

"وہ کہتی ہے کہ وہ مجھے پسند کرتی ہے۔ لیکن میں اُسے جواب دے چکا ہوں کہ میں اسے پسند نہیں کرتا۔ لیکن پھر بھی سمجھ ہی نہیں رہی۔"

"تم کیا کسی اور کو پسند کرتے ہو؟" وہ ریوٹ سے ٹی وی کی آواز آہستہ کرتے ہوئے بولی۔  
"میں ایک لڑکی کو پسند کرتا ہوں پر یہ نہیں پتا کہ وہ بھی مجھے پسند کرتی ہے کہ نہیں۔" وہ سامنے بیٹھی زینیا کہ صبح چہرے پہ نظر ڈالے ہوئے بولا۔

"تم نے بتایا اُسکو۔" وہ نظریں چراتے ہوئے بولی۔ کچھ عجیب سا محسوس ہو رہا تھا۔

"نہیں۔ کیونکہ مجھے ایسے لگتا ہے کہ وہ لڑکی مجھے اچھا انسان نہیں سمجھتی۔ ویسے تمہارا کیا خیال

ہے کہ میں اچھا ہوں یا بُرا۔" اُس نے نظریں ہٹائے بغیر کہا۔

"تم اچھے ہو۔" وہ بس اتنا ہی بولی۔



"اور کیا اچھا ہے مجھ میں"۔ نہایت دلچسپی سے پوچھا گیا۔

"تمہاری سب سے اچھی بات یہ ہے کہ اگر تمہیں یہ احساس دلاؤ کہ تم یہاں غلط تھے۔ تو تم نہ صرف اپنی غلطی مانتے ہو۔ بلکہ اسکو سدھارنے کی بھی کوشش کرتے ہو"۔ وہ ٹی وی کی طرف دیکھتے ہوئے بولی۔

"تمہارے ان الفاظ سے مجھے کافی حوصلہ ملا ہے۔ سوچ رہا ہوں کہ جلد ہی اُسے سب بتا دوں"۔ وہ صوفے سے اٹھتے ہوئے بولا۔ اور باہر نکل گیا۔

دوسری طرف زینیا نے سکون سا سانس لیا۔ حمران کی بات اور انداز اسے اچھی طرح سمجھ آنا شروع ہو گئے تھے۔ اسکے اپنے دل میں کیا تھا یہ اُسے ابھی معلوم نہیں تھا۔

□ □ □ □

"یہ تو آجکل کن چکروں میں ہیں"۔ مغیز نے موبائل میں مصروف حمران کو گھورتے ہوئے کہا۔  
"مطلب"۔ اس نے ایک سیکنڈ کے لیے سر اٹھایا۔ اور پھر جھکا لیا۔ وہ زینیا سے میسج پہ بات کر رہا تھا۔

"میں زینیا کی بات کر رہا ہوں۔ تو یونیورسٹی میں بھی اسکے ساتھ ساتھ رہتا ہے۔ ہم لوگوں کو تو بالکل لفٹ نہیں کروا رہا"۔ مغیز نے اسکے ہاتھ سے موبائل چھینا۔  
"واپس کر"۔ وہ مغیز کو گھورتے ہوئے بولا۔

"تو پہلے میرے سوالات کے جواب دے۔ تب ہی واپس لے گا۔ ورنہ نہیں"۔ مغیز نے نفی میں سر ہلایا۔

لیکن حمران نے اُس سے فون چھین لیا۔ اور زینیا کو بائے کا میسج کر کے جیب میں ڈال دیا۔

"پسند کرتا ہوں اُسکو۔ ان فیکٹ محبت کرنے لگا ہوں۔" اس نے آج اپنا راز افشا کیا۔

"یہ ناممکن ہے۔" مغیز پہ کوئی اثر نہ ہوا اس بات کا۔

"کیوں ناممکن بات ہے۔ میرے کونسا چکر چلتے رہتے ہیں۔ جو تو ایسے بول رہا ہے۔" وہ خفگی سے

بولاً۔

"تب ہی تو بول رہا ہوں کہ یہ ناممکن بات ہے۔" مغیز ابھی بھی اپنی بات پہ قائم تھا۔

"زرا روشنی ڈالنا اپنی اس بکواس پہ۔" وہ بگڑا۔

"تو نے آج تک افیئر نہیں چلایا۔ کیونکہ تجھے دبو قسم کی لڑکیاں پسند ہیں۔ جو تجھے اپنے آس پاس ملی

نہیں۔" مغیز بولا۔

"اس ساری بکواس کا مطلب۔" ابرو اوپر اٹھاتے ہوئے وہ بولا۔

"مطلب یہ کہ زینیا تو بہت بہادر لڑکی ہے۔ اور تجھے ایسی بیوی چاہیے جسکو تو مار بھی دے تو وہ کچھ

نہ کہیے۔ تو تیرا زینیا سے محبت کرنا ناممکن ہے۔" مغیز اصل بات کی طرف آیا۔

"وقت کے ساتھ ساتھ انسان کہ سوچ بدلتی رہتی ہے۔" اُس نے فلسفہ جھاڑا۔

"بالکل۔ مگر تیرے جیسے انسان کی نہیں۔" مغیز نے جواباً کہا۔

"بکواس نہ کر۔ میں واقعی بدل چکا ہوں۔ بہر حال تو بے شک نہ مان۔" وہ ناراض ہوا۔

"اچھا میں مان لیتا ہوں کہ تو اس سے پیار کرتا ہے۔ پر کیا تجھے واقعی لگتا ہے کہ یہ محبت ہی

ہے۔" مغیز نے پوچھا۔

"اس سے جب میں بات کرتا ہوں تو وہ مجھے اچھی لگتی ہے۔ تو یہ محبت ہی ہے نا۔" وہ بولا۔  
"تیرا یا تو اس پہ کرش ہے یا پھر وہ تجھے پسند ہے۔ یہ صرف تیرا وہم ہے کہ تو واقعی اس سے  
محبت کرتا ہے۔" مغیز نے کہا۔ وہ حمران سے اچھی طرح واقف تھا۔  
"پتا ہے مجھے بھی کبھی یہ لگتا ہے کہ میں اس سے محبت کرتا ہوں۔ اور کبھی لگتا ہے کہ  
نہیں۔ کنفیوژ ہوں۔" وہ پریشانی سے بولا۔ دوست ہی دوست کو اچھے سے سمجھ سکتا ہے۔  
"بس تو طے ہے کہ فلحال تجھے اس سے محبت نہیں ہے۔ اس لیے اسکو کچھ ایسا ویسا نہ  
بول۔ جس سے وہ کسی غلط فہمی کا شکار ہو۔ تو پہلے اپنی فیلنگ کو اچھے سے سمجھ۔ پھر اگلا قدم  
اٹھا۔" مغیز نے ایک مخلص دوست کی طرح مشورہ دیا۔  
اس نے اثبات میں سر ہلایا۔ واقعی اسے سمجھنے کی ضرورت ہے کہ اسکے جذبات کیا ہیں۔  
دو دن بعد اس نے مغیز کو اپنے جذبات کی حقیقت بتادی۔

□□□□

زینیا لان میں واک کرتے ہوئے حمران کے بارے میں سوچ رہی تھی۔  
حمران کا رویہ اسے بہت کچھ سمجھا رہا تھا۔ پہلے تو وہ اپنے جذبات سمجھ نہیں پا رہی تھی۔ لیکن آج  
کے واقعے بعد بہت کچھ واضح ہو گیا۔  
ہوا کچھ یوں کہ وہ اور حمران یونیورسٹی سے واپس آرہے تھے۔ حمران نے ایک دم سے گاڑی روکی۔ پھر  
نیچے اتر۔ اور سڑک پہ کھڑے بلی کے زخمی بچے کو اٹھایا۔ اور ہاسپٹل لے گیا۔  
حمران کے اس عمل سے اسکے دل میں اُسکے لیے قدر مزید بڑھ گئی۔

جس غصے والے حمران سے وہ شروع میں ملی تھی۔ یہ وہ حمران نہیں تھا۔ یہ تو بڑی بڑی باتوں پہ غصہ نہیں کرتا تھا۔

اور وہ ملازموں کی بھی مالی مدد کرتا رہتا تھا۔

اس نے جب پہلی بار حمران کو دیکھا تھا تو وہ اسے اچھا لگا تھا۔ لیکن بعد میں ہونے والے جھگڑوں کی وجہ سے وہ اسے بُرا لگنے لگا تھا۔ لیکن اب حمران کی ان اچھی عادات کی وجہ سے وہ اسکی گرویدہ ہو چکی تھی۔

اس نے سوچ لیا تھا کہ اگر وہ اس سے اظہار محبت کرے گا۔ تو وہ فوراً مان جائے گی۔

-----□□□□-----

ثمرہ اور وہ شاپنگ سیٹر آئی تھیں۔ حمران کی خالہ زاد کی شادی تھی۔ تو کچھ گفٹ وغیرہ لینے تھے۔ پھوپھو گفٹ شاپ میں گھسی۔ تو وہ پرفیوم والی دکان میں گھس گئی۔ اس نے سوچا کہ حمران کے لیے پرفیوم لے لے۔

ارمانی کوڈ لے کر وہ باہر نکلی۔ تو پھوپھو بھی دوکان سے باہر آرہی تھیں۔

"یہ تم نے حمران کے لیے لیا۔" ثمرہ حیرت سے بولیں۔

"جی وہ۔۔۔۔۔۔" وہ سٹیٹائی۔

"اسکی سالگرہ تو ابھی دور ہے۔ پھر؟" ثمرہ نے پوچھا۔ وہ کچھ سمجھنے کی کوشش کر رہی تھیں۔

"وہ دراصل میں نے ایک دفعہ حمران کا پرفیوم توڑ دیا تھا۔ تو آج مارکیٹ میں دیکھا۔ تو سوچا کہ لے

لو۔" وہ اب خود سنبھال چکی تھی۔



"اچھا اچھا"۔ ثمرہ سر ہلا کر بولیں۔ انہیں لگ رہا تھا کہ دال میں کچھ کالا ضرور ہے۔

"ویلے عجیب نہیں گے گا کہ ہم حمران کی خالہ کے گھر جائیں"۔ وہ بات بدلتے ہوئے بولی۔

"عجیب کیوں؟"۔ ثمرہ حیرت سے بولیں۔

"کیونکہ آپ نے انکی بہن کے شوہر سے شادی جو کی۔ تو اسکی خالہ۔۔۔۔۔ زینیا نے بات ادھوری

چھوڑی۔

"ایسا ویسا کچھ نہیں ہوگا۔ جیسے تم سوچ رہی ہو۔ میں نے پہلے سوچا تھا کہ نہیں جاتی۔ لیکن انہوں نے اتنا اصرار کیا۔ میں انکار نہیں کر سکی"۔ ثمرہ نے اسے مطمئن کیا۔

"جی"۔

دونوں گاڑی میں اپنی اپنی سوچوں میں گم بیٹھی تھیں۔ زینیا سوچ رہی تھی کہ پھوپھو سے اپنی فیلینگ شیئر کرے یا نہیں۔ اور ثمرہ سوچ رہی تھیں کہ زینیا تو حمران کو پسند کرتی ہے۔ بس اب یہ پتا لگانا ہے کہ حمران بھی کرتا ہے کہ نہیں۔

□□□□

"اُس اوکے بیٹا۔ اتنے ہائپر ہونے کی ضرورت نہیں"۔ ثمرہ نے حمران کا غصہ ٹھنڈا کرنا چاہا۔

"کیسے اگنور کروں۔ اسکی وجہ سے آج دوسروں کے سامنے میری اتنی انسلٹ ہوئی"۔ وہ تھر تھر

کانپتی نوراں پہ غصے بھری نگاہ ڈالتے ہوئے بولا۔

"صاحب جی غلطی سے ہو گیا۔ آئندہ ایسا نہیں ہوگا"۔ نوراں ڈرتے ڈرتے بولی۔

"کیوں تم اندھی ہو۔ تمہیں نظر نہیں آتا نک اور چینی میں فرق۔ کس کام کی ہو تم۔ ایک چائے تک تو ڈھنگ سے بنتی نہیں تم سے۔" وہ مزید غصے ہوا۔

ثمرہ نے نوراں کو اشارے سے کچن سے باہر جانے کا کہا۔ آج حمران کے دوست آئے تھے۔ اور نوراں نے انکی چائے میں غلطی سے نمک ڈال دیا۔ اب حمران غصے ہو رہا تھا۔

"اُس اوکے غلطی انسانوں سے ہی ہوتی ہے۔ اب اگر تمہارا کوئی گیسٹ آیا تو میں یا زینیا اسکے لیے اہتمام کر دیا کریں گے۔ تم اب یہ سب چھوڑو۔" وہ اسکے کندھے پہ ہاتھ رکھتے ہوئے بولیں۔

"آپ کے کہنے پہ چھوڑ رہا ہوں۔ کچھ لوگ نرمی کا ناجائز فائدہ اٹھاتے ہیں۔" وہ سر جھٹکتے ہوئے بولا۔ اور کچن سے باہر نکل گیا۔

حمران کا رویہ کبھی کبھی ملازموں کے ساتھ بہت انسٹنگ ہوتا تھا۔

"پتا نہیں کیا ہوگا زینیا کا۔ یہ تو معمولی معمولی باتوں پہ غصہ ہو جاتا ہے۔" ثمرہ نے فکرمندی سے سوچا۔

آج حمران کہ خالہ زاد کہ مہندی تھی۔ اسکی تیاری آخری مراحل میں تھی۔ نیوی بلیو سلک کے سادہ فراک پاجامے پہ اس نے پنک کلر کا ہیوی کام والا ڈوپٹہ کیا تھا۔ میک اپ اس نے لائٹ ہی رکھا تھا۔

سینڈل پہن کے وہ کمرے سے باہر نکل اور سیڑھیوں کی طرف بڑھی۔ پہلی سیڑھی پہ وہ رک گئی۔ کیونکہ آخری سیڑھی پہ کھڑا حمران بنا پلک چھپکائے اسکی طرف دیکھ رہا تھا۔ اسکی آنکھوں کے

تاثرات اسے کنفیوز کر رہے تھے۔ حمران نے بھی نیوی بلیو کلر کی شلوار قمیض پہن رکھی تھی۔ وہ دونوں شاید اسی طرح کھڑے رہتے اگر ثمرہ کی آواز نہ آتی۔ پھوپھو کی آواز پہ وہ پلٹی۔

"ایسے کیوں کھڑی ہو؟" ثمرہ بولیں۔ وہ پانچ منٹ سے اسے ایسے ہی کھڑا دیکھ رہی تھیں۔

"کچھ نہیں۔ چلیں۔" سیڑھیوں پہ ایک نظر ڈالے ہوئے وہ بولی۔ وہ وہاں سے چلا گیا تھا۔

"ہاں چلو۔" وہ الجھ کے بولیں۔ زینیا کچھ عجیب سی ہوتی جا رہی تھی۔

گاڑی میں انکل اور حمران آگے بیٹھے۔ اور وہ اور پھوپھو پیچھے۔

گاڑی میں اس نے حمران کی اپنی طرف بار بار اٹھتی نظر نوٹ تھی۔ وہ خود بھی بار بار اس کی طرف دیکھ رہی تھی۔

-----□□□□□□□-----

"تمھنک یو کہ تم نے میرا کام کر دیا۔" عروج نے سامنے کھڑے حمران کو دیکھتے ہوئے کہا۔

"اس میں شکریہ کہ کیا بات ہے۔ تمہارا کام میں نہیں کرو گا۔ تو اور کون کرے گا۔" حمران جواباً مسکرا کر بولا۔

"پھر بھی تم اتنے مصروف رہتے ہو۔"

"تمہارے لیے ٹائم نہیں نکالوں گا۔ تو اور کس کے لیے نکالوں گا۔" وہ معنی خیز انداز میں بولا۔

"یہ تو ہے۔" عروج اترا کر بولی۔

"چلو سیٹج پہ آپنی کی طرف چلتے ہیں۔" حمران نے سامنے سیٹج پہ بیٹھی عروج کی بڑی بہن کی طرف دیکھ کر کہا۔ اور عروج کے ساتھ آگے بڑھ گیا۔

پیچھے کھڑی ثمرہ پریشان ہو گئیں۔ انہیں یہ تو سمجھ آگئی تھی کہ زینیا حمران کو پسند کرتی ہے۔ پھر وہ جیسے جیسے حمران کو نوٹ کر رہی تھیں۔ انہیں یہ سمجھ آنا شروع ہو گئی تھی کہ حمران زینیا کو پسند نہیں کرتا۔

اور یہ بات پریشانی کی تھی۔

-----□□□□-----

"ایک بات کہوں"۔ حمران نے زینیا کے سامنے بیٹھتے ہوئے کہا۔ وہ کچن میں بیٹھی رات کی پڑی میکرونی سے انصاف کر رہی تھی۔

"تم کب سے بات کرنے کی اجازت لینے گے"۔ کھانے میں مصروف زینیا نے سر اٹھا کر حیرت سے پوچھا۔

"کچھ باتوں کی اجازت لے لی جائے۔ تو بہتر ہوتی ہے"۔ وہ سنجیدہ لہجے میں بولا۔

"مطلب"۔

"میں تم سے محبت کرتا ہوں"۔ حمران دوسری طرف دیکھتے ہوئے بولا۔

زینیا ساکت رہ گئی۔ اتنے واضح اظہار کی وہ توقع نہیں کر رہی تھی۔ اسے سمجھ نہیں آیا کہ وہ اس بات پہ کیا کہے۔

"تمہارا جو بھی جواب ہو۔ مجھے ٹیکسٹ کر دینا"۔ وہ بولا۔ اور ایکدم اٹھ کے کمرے سے باہر چلا گیا۔

زینیا نے پیچھے کھڑی نوراں کو دیکھا۔ جو عجیب نظروں سے اسے دیکھ رہی تھی۔





"کیا ہوا کوئی پریشانی ہے۔" ثمرہ نے لاؤنج میں ٹہلتی زینیا سے پوچھا۔

"کچھ نہیں وہ دراصل اسائنمنٹ کے لیے پریشان ہوں۔" وہ جلدی سے بولی۔ مبادا پھوپھو کچھ اور ہی نہ سمجھ لیں۔

"اس میں پریشانی کی کیا بات ہے۔ حمران سے مدد لے لو۔" وہ۔ اسکی۔ طرف دیکھتے ہوئے

بولیں۔ حمران کے نام پہ زینیا کے چہرے پہ عجیب سا رنگ آیا۔

"نہیں میں کر لوں گی۔ اسکو کیا تنگ کرنا۔" وہ زبردستی مسکرائی۔ حمران کی کل والی بات پہ اسے سمجھ نہیں آ رہا تھا کہ ہاں کس طرح کہے۔ آج وہ یونیورسٹی نہیں گئی تھی۔ اسلیے صبح انکی بات نہیں ہوئی تھی۔

"حمران اگر تمہارے پاس ٹائم ہے تو تم زینیا کی اسائنمنٹ بنانے میں مدد کردو۔" سیڑھیاں اترتے حمران کو دیکھ کر وہ بولیں۔ ساتھ ہی جانچتی نظروں سے حمران کو دیکھا۔ زینیا کے نام پہ اسکے تاثرات نارمل ہی رہے تھے۔ یعنی حمران کی طرف سے ایسا ویسا کچھ نہیں ہے۔

"ٹھیک ہے۔ ابھی میں فری ہوں تو کر لیتے ہیں۔" وہ ثمرہ کی طرف دیکھتے ہوئے بولا۔

وہ دونوں آمنے سامنے نیچے میز کے گرد بیٹھے تھے۔ وہ ایک نظر زینیا پہ ڈالتی جس کے چہرے پہ کوئی عجیب سا تاثر تھا۔ جس سے وہ واقف تھیں۔ اور دوسری نظر حمران پہ ڈالتی۔ جو نارمل انداز میں زینیا کو سمجھا رہا تھا۔

"بی بی جی آپکا فون بج رہا تھا تھا۔" نوراں نے ثمرہ کی طرف فون بڑھاتے ہوئے کہا۔

زینیا نے ایک نظر فون میں مصروف پھوپھو پہ ڈالی۔ اور جلدی سے پیپر پہ "یس" لکھ کے حمران کی طرف بڑھایا۔

حمران نے وہ کاغذ پکڑا۔ اور چونک گیا۔

-----□□□□□□-----

"یہاں کیوں بلایا ہے؟" زینیا نے برابر میں چلتے حمران سے پوچھا۔ وہ گھر پہ تھی۔ جب اسے حمران کا میسج ملا کہ ہوٹل میں آؤ۔ یہ وہ ہوٹل تھا جہاں وہ سب گھر والے اکثر آتے رہتے تھے۔ انکل کے دوست کا ہوٹل تھا۔

"بتاتا ہوں۔ اتنی جلدی کیا ہے؟" وہ مسکرا کر بولا۔

زینیا نے پھر کوئی سوال نہیں کیا۔

وہ دونوں سیکنڈ فلور میں داخل ہوئے وہ پورا ایریا خالی تھا۔ جب وہ انکل کے ساتھ آتے تھے تو تب بھی انکل کہنے پہ وہ پورا ایریا ہوٹل والے خالی کروا دیتے تھے۔ ایک ٹیبل پہ موم بتیاں جل رہی تھیں۔ اور کھانے کی ڈشیز پڑھی تھیں۔ جس چیز نے اسکی توجہ کھنچی وہ دیوار پہ لکھا "ول یو میری می" تھا۔

اس نے حیرت سے پیچھے مڑ کے دیکھا۔

"کیا تم مجھ سے شادی کرو گی؟" اسکی طرف دیکھتے ہوئے وہ بولا۔

اور وہ کچھ نہ بولی۔

"تو میں سمجھو انکار ہے؟" وہ مایوس ہوا۔

"میں نے ایسا کب بولا"۔ وہ جلدی سے بولی۔

"لیکن تم نے ہاں بھی تو نہیں بولی"۔ وہ افسردہ ہوا۔

"مجھے قبول ہے"۔ زمین پہ نظریں گاڑے شرم سے سرخ ہوتے چہرے کے ساتھ بولی۔

"سچ میں"۔ وہ خوشی سے چلایا۔

"ہاں"۔ وہ چہرہ اوپر اٹھا کر بولی۔

"یہ تمہارے لیے"۔ کوٹ کی اندرونی جیب سے سرخ گلاب نکالے ہوئے وہ بولا۔ اور زینیا کو پیش

کیا۔

"مجھے لگا کہ تم کسی نئے طریقے سے پرپوز کرو گے"۔ وہ منہ پھلا کر بولی۔

"حمران مصطفیٰ جس بھی طریقے سے کرے وہ نیا ہی ہوگا"۔ وہ اسکو کرسی پہ بیٹھنے کا اشارہ

کرتے ہوئے بولا۔

"حمران مصطفیٰ نے آج سے پہلے کتنی لڑکیوں کو پرپوز کیا ہے"۔ اسکے سامنے والی کرسی پہ

بیٹھتے ہوئے وہ شکی انداز میں بولی۔

"کسی ایک کو بھی نہیں"۔ وہ جواباً بولا۔

"اس بات پہ مجھے تھوڑا شک ہے"۔ وہ اسے چھیڑتے ہوئے بولی۔

"شک نہیں کرتے"۔ اس نے سمجھایا۔

"مذاق کر رہی ہوں"۔ وہ مُسکرا کر بولی۔

"میں جانتا ہوں زینیا کمال شکی نہیں ہو سکتی"۔ وہ پراعتماد انداز میں بولا۔

وہ جوابا مسکرائی۔ اور دونوں خاموشی سے کھانا کھانے لگے۔

”تمہارا پرفیوم لیا تمہا میں نے۔“ وہ اچانک سے بولی۔

”اوہ یعنی تمہارا ارادہ تھا مجھے پریوز کرنے کا۔ لیکن میں نے پہل کر دی۔“ وہ۔ خوشگوار انداز میں

بولی۔

”ارے نہیں نہیں۔ تمہارا پرفیوم جو توڑا تھا۔ تو اسلیے۔“ وہ جلدی سے بولی۔

”یعنی قرض اتار رہی تھی۔“ وہ منہ لٹکا کر بولا۔

”اس میں قرض کہاں سے آگیا؟“ وہ حیرت سے بولی۔

”قرض ہی ہونا۔ اس بات کا مطلب ہوا کہ تم اپنا نہیں سمجھتی۔“ وہ خفگی سے بولا۔

”اس بات کا مطلب کیا ہے۔“ آواز میں حیرت و استعجاب نمایاں تھا۔

”معصوم اور سیدھی سادی زینیا۔ رشتوں میں تکلفات اچھے نہیں لگتے۔ رشتوں میں تو حق جتایا جاتا

ہے۔“ وہ سر ہلاتے ہوئے سنجیدہ انداز میں بولا۔

”کہہ تو ٹھیک رہے ہو۔ پھر وہ پرفیوم میں کسی اور کو دے دوں۔“ اس نے اثبات میں سر ہلاتے

ہوئے کہا۔ اور آخر میں اسے چھیڑا۔

”اب میں اتنا بھی ظالم نہیں کہ تمہارے دس بارہ ہزار ضائع کر دو۔ میری سالگرہ پہ دے دینا۔“ وہ

جلدی سے بولا۔ مبادا زینیا اپنے کہہ پہ عمل نہ کر ڈالے۔

”مہربانی۔“ وہ منہ بنا کر بولی۔

جب وہ دونو باہر نکلے۔ تو ایک ویٹر انکی طرف بڑھا۔



"میم آپکو کچھ چاہیے" ویٹر نے اسکی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔

اس نے نفی میں سر ہلایا۔ اسے حیرانی ہوئی کہ اس نے حمران کو مخاطب کیوں نہیں کیا۔ واپسی پہ وہ ڈرائیور کے ساتھ ہی گھر گئی۔

-----□□□□-----

وہ۔ کچن میں کھڑی حمران کے لیے بریانی بنا رہی تھی اور حمران کو ہی سوچ رہی تھی۔ وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ اسکی اور حمران کی محبت بڑھتی جا رہی تھی۔ اسے لگتا تھا کہ اگر حمران اسے نہ ملا تو وہ زندہ نہ رہ پائے گی۔ وہ اپنی سوچوں میں گم تھی جب ثمرہ کچن میں داخل ہوئیں۔

"یہ میں خواب تو نہیں دیکھ رہی۔ تم اور ویک اینڈ کے علاوہ کچن میں"۔ ثمرہ حیرت سے تھوڑی پہ انگلی رکھتے ہوئے بولی۔ کیونکہ زینیا ایسا ہی کرتی تھی۔

"اپنے ہاتھ کا کچھ کھانے کو دل کر رہا تھا۔ تو میں نے سوچا کہ بنا لوں"۔ اس نے بہانہ گھڑا۔ "کاش کہ تمہارا دل روز روز کرے"۔ پتیلے سے ڈھکن اٹھاتے ہوئے وہ بولی۔ اور کھانے کی خوشبو سونگھی۔ زینیا کے ہاتھ میں بہت ذائقہ تھا۔

"ہائے نہیں پھوپھو۔ پھر میں پڑھوں گی کیسے"۔ وہ دہی میں زیرہ مکس کرتے ہوئے بولی۔

"سسرال میں یہ سب ہی کام آتا ہے۔ کام کرنے کی عادت ڈالو گی۔ تب ہی کام کرنے کا عادت ہوگی"۔ انہوں نے بڑی عورتوں والا مخصوص جملہ بولا۔ اور جانچتی نظروں سے اسکی طرف دیکھا۔ "تب کی تب دیکھی جائے گی"۔ وہ رخ پھیرتے ہوئے بولی۔ تاکہ پھوپھو کچھ نہ سمجھے۔ حمران نے کہا تھا کہ وہ خود بات کرے گا۔ ثمرہ کچھ نہ بولیں۔ اور ڈش میں چاول منتقل کرنے لگیں۔

"بہت مزے کی بریانی ہے۔" تینوں ڈانگ ٹیبل پہ موجود تھے جب حمران نے پہلا چمچ لگاتے ساتھ کہا۔ مصطفیٰ شہر سے باہر تھے۔

"زینیا کے ہاتھ میں بہت ذائقہ ہے الحمد للہ۔" وہ زینیا کی طرف دیکھتے ہوئے محبت سے بولیں۔  
"لگتا نہیں ہے ویلے۔" اس نے زینیا کو چھیڑا۔

"پھوپھو دیکھ رہی ہیں اپنے بیٹے کو۔" وہ مصنوعی خفگی سے بولی۔ اسے پتا تھا کہ وہ اسے چھیڑ رہا ہے۔

"انہوں نے دیکھا ہوا ہے مجھے۔ اور انہیں پتا ہے کہ میں بہت خوبصورت ہوں۔" وہ اپنے بالوں پہ ہاتھ پھیرتے ہوئے بولا۔

"ہاہاہاہا۔" اس نے ایک اونچا قہقہہ لگایا۔ لیکن پھوپھو کے گھورنے پہ اسے اپنے قہقہے کا گلہ گھونٹنا پڑا۔

"خاموشی سے کھاؤ دونوں۔" ثمرہ سخت لہجے میں بولیں۔ اور وہ دونوں فوراً شریف بنے۔  
ثمرہ نے ان دونوں کو دیکھتے ہوئے سوچا کہ کیا ان دونوں کے درمیان کچھ ہے یا نہیں۔

-----□□□□□-----

"میرا کلاس فیلو تمہارا عمار اسکا بریک اپ ہو گیا۔" کھانے کے بعد چائے کا دور چلا۔ تو حمران نے اُن دونوں کو کہا۔

"کیوں وہ اور فضا تو ایک دوسرے کو بہت پسند کرتے تھے۔" اس نے اپنی کلاس فیلو کا نام لیتے ہوئے حیرت سے کہا۔

"عمار چاہتا تھا کہ فضا اسکے مطابق اپنی زندگی گزارے۔ لیکن فضا نے کہا کہ وہ اپنی مرضی سے گزارے گی۔ بس یہ ہی بات تھی۔" وہ کندھے اچکا کر بولا۔ ثمرہ خاموشی سے دونوں کی بات سن رہی تھی۔

"ٹھیک کہا فضا نے۔ وہ کون ہوتا ہے اُس پہ پابندیاں لگانے والا۔" اسنے فضا کے فیصلے کو سراہا۔

"میرا نہیں خیال کہ فضا کا فیصلہ درست تھا۔" ٹانگ پہ ٹانگ رکھتے ہوئے اس نے اپنی رائے دی۔  
"کیوں؟"

"کیونکہ جو محبوب لگائے وہ پابندی تو نہ ہوئی۔" وہ مسکرا کر بولا۔  
"یہ فلمی ڈائلاگ ہیں۔ میں ان سب سے متفق نہیں ہوں۔ جب ہمارے محرم ہمیں نہیں روک رہے کسی صبح بات سے تو نا محرم کو کیا حق ہوا۔" وہ جواباً بولی۔  
"دیکھو جب دو لوگ محبت کرتے ہیں۔ تو ایک دوسرے کی بات تو ماننی پڑتی ہے۔ کمپرومائز تو کرنا پڑتا ہے نا۔" وہ بھی سنجیدہ ہوا۔

"حمران کمپرومائز رشتوں میں ہوتا ہے۔ احساسات میں نہیں۔ مجھے ایسا لگتا ہے کہ محبت بھی اس وقت رشتہ بنتی ہے۔ جب وہ نکاح کی صورت میں ہو۔" اس نے اپنا فلسفہ بیان کیا۔  
"مطلب محبت کی کوئی ویلیو ہی نہیں۔ بغیر نکاح کے محبت محبت نہیں۔" وہ خفا ہوا۔  
"ہر چیز دائرے میں اچھی لگتی ہے۔" اس نے بحث سمیٹنی چاہی۔

"مطلب اگر آپکا محبوب آپکو غلط چیز سے منع کر رہا ہے۔ تو آپ اسکی بات نہ مانو"۔ لیکن وہ بحث کے موڈ میں تھا۔

"بات یہاں پہ یہ ہو رہی کہ نامحرم کو محرم پہ ترجیح نہ دیں۔ میری بات کا مطلب یہ تھا کہ اگر ایک چیز سے آپکا باپ بھائی منع کر رہا ہے کہ یہ نہ کرو۔ لیکن آپ نہیں رک رہی۔ لیکن آپکا محبوب آپکو روکے تو آپ بنا سوال کیے رُک جاؤ۔ یہ غلط ہے۔ کیونکہ نامحرم محرم سے زیادہ مخلص نہیں ہو سکتا۔ اور جہاں تک بات ہے کہ اگر گھر والے غلط بات سے نہیں روک رہے۔ اور محبت کرنے سے روک رہی ہے۔ تو یہ سوچ کر رک جائیں کہ نصیحت ہے یہ۔ باقی نامحرموں کو سر پہ نہ چڑھائیں۔" اس نے تفصیلاً جواب دیا۔

حمران لا جواب ہو گیا۔

"بہر حال میں نے اس ساری بحث سے یہ نتیجہ اخذ کیا ہے کہ آئندہ تم سے بحث نہ کرو۔ کیونکہ مجھے ناکامی کا منہ دیکھنا پڑے گا"۔ دونوں ہاتھ اٹھا کر وہ بولا۔ ثمرہ مسکرا دی۔ زینیا کو پتا تھا کہ لگے کو لا جواب کیسے کرنا ہے۔

"سمجھدار لگتے ہوں"۔ وہ داد دینے والے انداز میں بولی۔

"مہربانی ہے آپ کی"۔ وہ فوراً بولا۔

وہ ہنس پڑی۔

لیکن ثمرہ تو کچھ اور ہی سوچ رہی تھیں۔

-----□□□□-----



"آپ لوگوں نے بلایا تھا۔" وہ کمرے میں داخل ہوتے ہوئے بولا۔ مصطفیٰ اور ثمرہ نے اسے اپنے کمرے میں بلایا تھا۔

"ایک ضروری بات کرنی ہے۔" مصطفیٰ بولے۔

"بیٹا ہم چاہ رہے تھے کہ تمہاری منگنی کر دیں۔ تمہارا آخری سمسٹر ہے۔ تو پھر اسکے بعد شادی"۔ ثمرہ نے بغیر کسی تمہید کے بات کا آغاز کر دیا۔

"میرا کیا قصور ہے۔ میری آزادی کیوں سلب کرنا چاہتے ہیں۔" وہ خفگی سے بولا۔

"شادی سے آزادی کا کیا تعلق۔" ثمرہ نے اسے گھورا۔

"تعلق ہے نا۔"

"ابھی ہم سوچ رہے ہیں کہ صرف منگنی کر دیں۔ شادی تو ایک آدھ سال تک کریں

گے۔" مصطفیٰ سنجیدہ انداز میں بولے۔ اور ساتھ ہی ثمرہ کو "ہتھ ہولا" رکھنے کا اشارہ کیا۔

"چلیں پھر جو آپ لوگوں کو مناسب لگے۔" وہ بولا۔ اب وہ کر بھی کیا سکتا تھا۔

"اگر تمہیں کوئی لڑکی پسند ہے تو بتا دو۔" ثمرہ نے پوچھا۔

"ہے تو سہی۔"

"کون ہے؟" ثمرہ جلدی سے بولیں۔ وہ بہت ایکسائیٹڈ ہو رہی تھیں کہ حمران ابھی زینیا کا نام

لے گا۔

"آپ لوگ جانتے ہیں اُسکو۔" اُس نے تجسس پھیلایا۔

"کون ہے۔" اب کی بار ثمرہ کے مصطفیٰ بھی بولے۔

"عروج"۔ وہ مُسکرا کر بولا۔

مصطفیٰ نے جہاں ایک گرمی سانس لی۔ انہیں پتا تھا کہ حمران زینیا کا انتخاب کبھی نہیں کرے گا۔

وہاں دوسری طرف ثمرہ کا رنگ زرد پڑا۔ انہیں کہیں نا کہیں یہ لگتا تھا کہ وہ دونوں ایک دوسرے کو پسند کرتے ہیں۔ لیکن آج یہ غلط فہمی دور ہو گئی۔ حمران تو عروج کو پسند کرتا ہے۔ پر زینیا کا کیا ہوگا۔ وہ تو بہت آگے نکل چکی ہے۔ کل زینیا کے موبائل میں حمران کی تصویریں دیکھ کر انہوں نے حمران سے بات کرنے کا فیصلہ کیا تھا۔ پھر آج تو سب کچھ ختم ہو گیا۔

-----□□□-----

انکے ایگزامز شروع ہو چکے تھے۔ وہ لائبریری سے نکل رہی تھی۔ جب وہ سامنے سے آتے لڑکے سے ٹکرائی۔ نتیجتاً کتابیں زمین بوس ہو چکی تھیں۔

"آئی ایم سوری"۔ وہ داؤد تھا۔ اسکا کلاس فیلو۔ اس نے نیچے سے کتابیں اٹھاتے ہوئے کہا۔  
"اُس اوکے"۔ وہ بھی نیچے بیٹھ کے کتاب اٹھانے لگی۔ غلطی اسکی بھی تھی۔ وہ اپنی ہی پریشانی میں تھی۔

"میں اپنے دھیان میں تھا۔ تو آپ کو دیکھ نہیں سکا"۔ اسکو کتابیں پکڑاتے ہوئے وہ بولا۔

"جی"۔ وہ جواباً بولی۔ اور کتابیں لے کر آگے چل پڑی۔

داؤد وہاں ہی کھڑا اسکو جاتے ہوئے دیکھتا رہا۔ پتا نہیں کیوں یہ لڑکی اسے اچھی لگتی تھی۔

"مجھے حمران کو بتانا چاہیے کہ پھوپھو میرا رشتہ دیکھ رہی ہیں۔ اس نے کہا تھا کہ وہ خود ہی بات کر لے گا۔ اب وقت آگیا ہے کہ وہ بات کرے۔" زینیا نے دل میں سوچا۔ پیپرز کی وجہ سے ان کا یونیورسٹی میں ایک دوسرے سے سامنا کم ہی ہو رہا تھا۔ اور گھر پہ بھی انکی آپس میں کم ہی ملاقات ہوتی تھی۔ کیونکہ حمران اپنے دوستوں کے ساتھ مل کر سڈی کرتا تھا۔ اور وہ سب ایک دوست کے گھر ہی جمع ہو کر پڑھتے تھے۔ لیکن اب بات کرنا ضروری ہو گیا تھا۔

-----□□□□-----

"کیا ہوا ہے پریشان کیوں ہو؟" لاؤنج میں بیٹھے حمران سے اس نے پوچھا۔  
"کچھ بتانا ہے تمہیں۔" وہ دونوں ہاتھوں کی انگلیوں کو باہم پھنساتے ہوئے بولا۔  
"بتانا تو میں نے بھی کچھ ہے۔ خیر تم پہلے بتاؤ۔" لاؤنج کی صفائی کرتی نوراں کو دیکھتے ہوئے وہ بولی۔ جو عجیب نظروں سے اسکی طرف دیکھ رہی تھی۔ اُس نے نوراں کو باہر جانے کا اشارہ کیا۔  
"تم بتاؤ پہلے۔"

"میں نے کل پھوپھو کو فون پہ بات کرتے سنا۔ وہ کسی رشتے والے سے میرے رشتے کی بات کر رہی تھی۔ تم نے کہا تھا کہ تم ان سے بات کرو گے۔ کب کرو گے بات؟" وہ پریشان لہجے میں بولی۔

"میں نے کل بات کی تھی۔ لیکن انہوں نے انکار کر دیا۔" وہ اداسی سے بولا۔  
"کیوں انکار کر دیا؟" وہ رونے والی ہو رہی تھی۔

"پتا نہیں۔ لیکن جہاں تک میرا خیال ہے وہ اس چیز کے خلاف ہیں کہ ایک گھر میں دو رشتے ہوں۔ کیونکہ پھر اگر ایک کی زندگی میں مسئلہ پیدا ہو تو دوسرے کی بھی متاثر ہوتی ہے۔ یہ ہی وجہ ہوگی۔" وہ پیشانی کو انگلیوں سے مسلتا ہوا بولا۔

"پھر اب"۔ وہ خوفزدہ ہوئی۔

"تم پریشان نہ ہو۔ میں دوبارہ بات کروں گا۔" اس نے اسکی پریشانی زائل کرنی چاہی۔  
"میں بات کرو"۔ اس نے پوچھا۔

"مرضی ہے تمہاری"۔ وہ صوفے کی پشت سے ٹیک لگاتے ہوئے بولا۔

وہ بھی اداس ہوئی۔ اور اٹھ کے پھوپھو کے کمرے کی طرف بڑھی۔ تب ہی اس کی نظر کچن کے دروازے کے پاس کھڑی نوراں پہ پڑی۔ جو منہ پہ ہاتھ رکھے حیرت بھری نظروں سے اسکی طرف دیکھ رہی تھی۔

-----□□□□□□-----

"پھوپھو آپ سے ایک ضروری بات کرنی ہے"۔ وہ دونوں ہاتھوں کی ہتھیلیوں کو آپس میں رگڑتے ہوئے بولی۔

"بولو زینیا"۔ ثمرہ بولیں۔ انہیں اندازہ تھا کہ وہ کیا بات کرنے آئی ہے۔  
"پھوپھو میں حمران کو پسند کرتی ہوں"۔ وہ نیچے دیکھتے ہوئے بولی۔ وہ ابھی تک کھڑی ہوئی تھی۔  
"بیٹھ کے بات کرتے ہیں"۔ انہوں نے صوفے کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا۔

وہ خاموشی سے بیٹھ گئی۔



"دیکھو زینیا۔ میں تم سے بہت پیار کرتی ہوں۔ اور تمہیں اس بات پہ یقین رکھنا چاہیے۔ میں تمہارے لیے جو بھی فیصلہ کروں گی۔ وہ تمہارے لیے بہتر ہی ہوگا۔ اور میں نہیں چاہتی کہ تمہاری اور حمران کی شادی ہو۔" - ثمرہ نے سنجیدگی سے جواب دیا۔ یہ جھوٹ ضروری تھا۔ اگر وہ سچ کہتی تو زینیا کا دل دکھتا۔ انہیں بُرا بننا تو منظور تھا۔ لیکن زینیا کو اُداس کرنا نہیں۔ اور انہیں پتا تھا کہ زینیا انکا فیصلہ مان لے گی۔

"جی۔" وہ بس اتنا ہی کہہ سکی۔ اور باہر نکل گئی۔ پھوپھو سے وہ کیسے بحث کرتی۔ باہر نکل کے وہ سیڑھیوں کی طرف بڑھی۔ لیکن لاؤنج خالی تھا۔ اس نے حمران کا نمبر ملایا۔ لیکن وہ بند تھا۔ اب وہ ہی انکل اور پھوپھو کو سمجھا سکتا تھا۔

-----□□□□□-----

وہ کمرے میں کتابیں پھیلائے بیٹھی تھی۔ لیکن دھیان کہیں اور تھا۔ حمران صبح سے پتا نہیں کدھر غائب تھا۔ اسکا نمبر بھی بند تھا۔ دروازہ کھلنے کی آواز پہ وہ چونکی۔

"تم یہاں؟" حمران کو سامنے دیکھ کر وہ حیران ہوئی۔ ساتھ ہی اسکے چہرے پہ ناگواری کے تاثرات آئے۔ کیونکہ حمران کمرے کے دروازے کو لاک لگا رہا تھا۔ اسے اسطرح حمران کا کمرے کو لاک لگانا اچھا نہیں لگا تھا۔

"معذرت۔ مجھے پتا ہے کہ تمہیں بُرا لگا ہے۔ لیکن میں جاننا چاہتا ہوں کہ تمہاری کیا بات ہوئی مُمی سے۔" وہ کمرے کے وسط میں کھڑا ہوتے ہوئے بولا۔

”تمہیں بڑی پروا ہے جیسے۔ صبح سے فون بند کیا ہوا ہے۔“ وہ خفگی سے بولی۔ سارا دن وہ وقتاً فوقتاً حمران کا نمبر ملاتی رہی لیکن وہ بند جا رہا تھا۔

”میں بہت پریشان تھا۔ موبائل کا تو ہوش ہی نہیں تھا۔ تم بتاؤ کیا کہا ممی نے۔“ وہ فکر مندی سے بولا۔

”وہ نہیں مانیں۔“ وہ افسردہ لہجے میں بولی۔

”تم پریشان نہ ہو۔ میں پاپا سے بات کرتا ہوں۔“ وہ اسے تسلی دیتے ہوئے بولا۔ ساتھ ہی وہ موبائل پہ کچھ ٹائپ کر رہا تھا۔

”تمہیں میرے ذرا پروا نہیں۔ میں اتنی پریشان اور تم موبائل پہ گم ہو۔“ وہ خفا ہوئی۔

”پاپا کو ہی میسج کر رہا ہوں۔“ وہ جواباً بولا۔

”اگر انکل نہ مانے تو۔ شاید تمہارے لیے آسان ہو۔ مجھے چھوڑنا۔ لیکن میرے لیے مشکل ہوگا۔

کہتے ہیں ناکہ عورت اپنی پہلی محبت نہیں بھولتی۔ مجھے اب لگتا ہے کہ یہ سچ ہے۔ اگر انکل اور پھوپھو نہ مانے تو میرے لیے زندگی بہت مشکل ہو جائے گی۔“ وہ ٹھنڈی آہ بھرتے ہوئے بولی۔

تب ہی دروازہ کھٹکھٹکا۔ وہ دونوں ایک دم گھبرائے۔ کوئی بھی اُن دونوں کو کمرے میں ایک ساتھ دیکھ کر غلط سمجھ سکتا تھا۔ حمران نے اسے اشارے سے کہا کہ وہ ڈریسنگ روم میں چھپ رہا ہے۔

-----□□□□-----

”بیگم صاحبہ یہ زینیا بی بی کا فون کچن میں رہ گیا تھا۔ ابھی میں نے دیکھا تو فون آ رہا تھا۔“ ثرہ ٹی وی لاؤنج میں بیٹھی ٹی وی دیکھ رہی تھی۔ جب نوراں نے ان کے پاس آکر ان سے یہ کہا۔

”تمہارے سر کا درد کیسا ہے۔“ موبائل کو نوراں سے لے کر صوفے پہ رکھتے ہوئے وہ بولیں۔  
”جی اب تو ٹھیک ہے۔ کھانا بن گیا ہے۔“ نوراں نے جواب دیا۔

”میں نے تمہیں روکا تھا نا کہ مت کرو کام۔ بہر حال اب تم جا کر آرام کرو۔“ وہ نرمی سے بولیں۔

”جی اچھا۔ وہ اگر آپ یہ فون زینیا بی بی کو دے دیں۔ ان کے پیپر ہو رہے ہیں۔ تو کوئی ضروری کام نا ہو۔“ نوراں جھجھکتے ہوئے بولی۔

”ٹھیک ہے میں دے دیتی ہوں۔ تم آرام کرو۔“ وہ صوفے سے اٹھتے ہوئے بولیں۔ اور سیرڑھیوں کی طرف بڑھیں۔

زینیا کے کمرے کے پاس پہنچ کر وہ رک گئیں۔ اندر سے زینیا کے بولنے کی آواز آرہی تھی۔ زینیا کہہ رہی تھی کہ

”اگر انکل نہ مانے تو۔ شاید تمہارے لیے آسان ہو۔ مجھے چھوڑنا۔ لیکن میرے لیے مشکل ہوگا۔  
کہتے ہیں نا کہ عورت اپنی پہلی محبت نہیں بھولتی۔ مجھے اب لگتا ہے کہ یہ سچ ہے۔ اگر انکل اور پھوپھو نہ مانے تو میرے لیے زندگی بہت مشکل ہو جائے گی۔“

انہوں نے ایک دم دروازہ کھٹکھٹایا۔ انہیں گھبراہٹ ہو رہی تھی۔

کیونکہ وہ تو کمرے میں اکیلی تھی۔ موبائل انکے پاس تھا۔ اور حمران اور زینیا اس طرح ایک دوسرے کے کمرے میں جا کر بیٹھنے کو پسند نہیں کرتے تھے۔

زینیا کی آواز ایک دم بند ہوئی۔ اور تین منٹ کے بعد اس نے دروازہ کھولا۔

”کس سے بات کر رہی تھی“۔ ثمرہ کمرے میں جھانکتے ہوئے بولی۔

”کسی سے بھی نہیں“۔ اسکے چہرے کا رنگ اڑا۔ کیا اسکی چوری پکڑی گئی تھی۔

”تمہارا فون بج رہا تھا“۔ موبائل اسکی طرف بڑھاتے ہوئے وہ بولیں۔ لیکن وہ پہلے سے زیادہ

پریشان ہو گئی تھیں۔

زینیا نے خاموشی سے موبائل لے لیا۔

”تمہارا لاسٹ پیپر کب ہے“۔ وہ وہیں وہیں کھڑے کھڑے بولیں۔

اس نے جواباً تاریخ بتائی۔

”تو تم مصطفیٰ کے دوست کی منگنی پہ ہمارے ساتھ ترکی نہیں جاسکتی“۔ وہ مزید پریشان

ہوئی۔

”جس دن منگنی ہے اسکے اگلے دن میرا لاسٹ پیپر ہے۔ لیکن کوئی بات نہیں۔ آپ میرے

لیے پریشان نہ ہوں۔ ایک ہفتے کی بات ہے۔ میں رہ لوں گی“۔ وہ مسکرا کر بولی۔



انہوں نے صرف سر ہلانے پہ اکتفا کیا۔ اور اپنے کمرے کی طرف بڑھیں۔ تب ہی انہیں حمران اپنے کمرے سے نکلتا دکھائی دیا۔ وہ ٹھٹھکی۔ انکے دل میں کہیں نا کہیں یہ تمہا کہ شاید حمران زینیا کے کمرے میں ہو۔ لیکن ایسا کچھ نہیں تھا۔

انکا دماغ چکرانے لگا۔ نوراں نے انہیں ایک دودن پہلے ہی زینیا کی ایک عجیب عادت کے بارے میں بتایا تھا۔ وہ بیٹھے بیٹھے خود سے بات کرنا شروع کر دیتی۔ اور انداز ایسا ہوتا تھا جیسے اسکے سامنے کوئی بیٹھا ہے۔ انہیں نے نوراں کی بات پہ تو یقین نہیں کیا۔ لیکن آج اپنی آنکھوں سے حقیقت دیکھنے کے بعد انہیں سمجھ آگئی تھی کہ نوراں سچ کہہ رہی تھی۔ زینیا واقعی ہی کسی زہنی بیماری میں مبتلا ہے۔

دوسری طرف زینیا نے جب اپنے کمرے کے سامنے سے حمران کو گزرتے دیکھا تو وہ حیران و پریشان ہوئی۔ وہ تو ڈریسنگ روم میں چھپا تھا۔ پھر وہ کیسے اور کب باہر نکلا۔ کیونکہ ڈریسنگ روم میں کوئی کھڑکی نہیں تھی۔ ایک روشن دان تھا۔ جو کہ بہت اونچا تھا۔ اس پہ کالے شیشے لگے تھے۔ جن کے آگے گرل تھی۔ شیشے تو کھل سکتے تھے۔ مگر گرل نہیں۔ یہ کیا ماجرا تھا۔ یہ تو حمران ہی بتا سکتا تھا۔

-----□□□□-----

"کیا سوچ رہی ہیں؟" مصطفیٰ صاحب نے گم سم بیٹھی ثمرہ کے کندھے پہ ہاتھ رکھتے ہوئے کہا۔  
"کچھ بھی تو نہیں۔" وہ ایک دم چونکیں۔

"کچھ تو ہے۔ اگر آپ بتانا نہیں چاہتی تو الگ بات ہے۔" وہ ثمرہ کی طرف دیکھتے ہوئے بولے۔

”میں سوچ رہی تھی کہ اگر میں نہ جاؤں۔ کیونکہ پیچھے زینیا اکیلی ہو گی۔“ وہ انکی طرف دیکھ کر بولیں۔  
”مرضی ہے آپ کی۔ میں آپکو مجبور نہیں کروں گا۔“ کمبل ٹانگوں پہ پھیلاتے ہوئے وہ بولے۔ انہیں برا نہیں لگا تھا۔ وہ جانتے تھے کہ ثمرہ کو زینیا کی کتنی پروا ہے۔

”میں چلی جاتی ہوں۔ ہو سکتا ہے کہ ایسا نہ ہو۔ ویسے بھی بہت سے لوگوں کی عادت ہوتی ہے۔ اپنے آپ سے بات کرنے کی۔ لیکن میں واپس آکر زینیا کو کسی اچھے سے ڈاکٹر کو دکھا دوں گی۔“ ثمرہ نے دل میں سوچا۔

”میں چلوں گی۔ پھر آپ نے بزنس کے سلسلے میں ایک مہینے کے لیے وہاں سے ہی چلے جانا ہے۔ پھر تو تیس دنوں بعد ہی ملاقات ہوگی۔“ وہ مسکرا کر بولیں۔

مصطفیٰ صاحب نے مسکرا کر اثبات میں سر ہلایا۔ جنکی بیٹی کی منگنی تھی۔ وہ انکے قریبی دوست تھے۔

منگنی کا فنکشن تو ایک دن میں ہی ختم ہو جاتا۔ لیکن انکے دوست نے کہا تھا کہ وہ تینوں کم از کم ایک دو ہفتے تو رہیں۔ لیکن مصطفیٰ صرف پانچ دن کے لیے مانے۔ پھر انکی انگلینڈ کی فلیٹ تھی۔ ثمرہ جانا نہیں چاہتی تھیں۔ لیکن جانا پڑ رہا تھا۔ مصطفیٰ کو وہ چاہ کر بھی نہیں بتا پارہی تھیں۔ کسی اپنے کے لیے پاگل کا لفظ سننا تکلیف دہ ہوتا ہے۔

-----□□□□□-----

”کیا کہا نکل نے۔“ زینیا کو حمران کو کچن میں داخل ہوتے دیکھ کر کہا۔

”واٹس اپ کیا تھا انکو۔ اور تمہیں تو پتا ہے کہ وہ واٹس کو کم ہی استعمال کرتے ہیں۔ میں سوچ رہا ہوں ترکی جا کر ان سے بات کرو گا۔ ابھی اگر کی تو کہیں پھر مئی کو شک نہ ہو۔“ اسکے سامنے بیٹھتے ہوئے وہ بولا۔

”ہوں۔ بہر حال جو بھی جواب ہو۔ فوراً بتا دینا۔ ایک تو پیپر اور اوپر سے یہ ٹینشن۔ میری تو نیند اڑ گئی۔“ وہ دونوں ہاتھوں سے سر تھامتے ہوئے بولی۔

”میں ہوں نا۔ ٹینشن نہ لو۔ ہم دونوں ضرور ملیں گے۔“ وہ اسے تسلی دیتے ہوئے بولا۔  
”ان شاء اللہ۔“ کچن میں داخل ہوتی نوراں کو دیکھتے ہوئے وہ بولی۔ جو عجیب نظروں سے اسے دیکھ رہی تھی۔ پتا نہیں جب وہ اور حمران ساتھ ہوتے تو نوراں اسے ایسے کیوں دیکھتی۔ شاید اسکا حمران پہ کرش ہو۔

.....□□□□.....

”تم رہ لو گی اکیلی۔“ ثمرہ زینیا کے گلے لگتے ہوئے بولیں۔ آج وہ تینوں ترکی جارہے تھے۔ جبکہ زینیا ملازموں کے ساتھ گھر پہ ہی تھی۔

”جی پھوپھو۔ آپ میرے لیے پریشان نہ ہوں۔ میں آرام سے رہ لوں گی۔ اور پھر چارپانچ دن کی بات ہے۔“ وہ مسکراتے ہوئے بولی۔

”پہلے میں نے سوچا تھا کہ نہیں جاتی۔ لیکن پھر میں نے سوچا کہ مصطفیٰ کیا سوچیں گے کہ میں انکے ساتھ کہیں نہیں جاتی۔ اگر حمران نہ جاتا تو میرے پاس رکنے کا جواز تھا۔ لیکن اب جانا

ضروری ہے۔" ثمرہ پریشان لہجے میں بولیں۔ وہ اس وجہ سے سے مصطفیٰ کے ساتھ دوسرے شہر رہنے نہیں جاتی تھیں۔ کیونکہ پھر بچے اکیلے ایک گھر میں رہتے تو عجیب لگتا۔

"میں نے کہا نا۔ آپ آرام سے جا کر شادی انجوائے کریں۔ اور میری فکر نہ کریں۔" وہ جواباً بولی۔

ثمرہ صرف مسکرا ہی سکی۔ انہوں نے سوچ لیا تھا کہ واپس آکر زینیا کو کسی اچھے سائیکولجسٹ کو دکھائیں گی۔ انہوں نے اس بات کا پتا مصطفیٰ اور حمران کو نہ لگنے دیا۔ اور نوراں کو بھی منع کر دیا۔

-----□□□□-----

"ناشتہ بن گیا ہے۔" دوپٹے کو کندھوں پہ پھیلاتی وہ کچن میں داخل ہوتے ہوئے نوراں سے بولی۔

"جج جی بن رہا ہے۔" زینیا کی طرف دیکھتے ہوئے وہ گھبراہ کر بولی۔

"پھر ڈرائیور کو کہنا کہ گاڑی بھی تیار کر دے۔" فریج سے پانی کی بوتل نکالے ہوئے وہ بولی۔

نوراں نے جھٹ اثبات میں سر ہلایا۔

پانی پیتے ہوئے وہ نوراں کی حرکات نوٹ کر رہی تھی۔ جو گاہے بگاہے اس پہ ایک عجیب خوفزدہ سی نظر ڈالتی۔

"مسئلہ کیا ہے۔" بوتل کو میز پہ پٹختے ہوئے وہ بولی۔

"کو کوئی بھی نہیں۔" نوراں نے گھبراہ کر کہا۔

"کچھ تو ہے۔ تمہاری حرکات دن بدن مشکوک ہو رہی ہیں۔" وہ جانچتی نظروں سے نوراں کی طرف دیکھتے ہوئے بولی۔



نوراں نے فوراً نفی میں سر ہلایا۔ اور جلدی جلدی ہاتھ چلانے لگی۔ انداز ایسا تھا کہ اب باگی۔  
”تمہاری شادی کب ہے۔“ اس نے پوچھا۔

”میرا منگیتراں باہر ملک گیا ہے۔ دیکھے جی کہ پھر کب ہوتی ہے۔“ آملیٹ کو پلیٹ میں منتقل کرتے ہوئے نوراں نے جواب دیا۔ ناشتہ تیار تھا۔ ناشتہ زینیا کے سامنے رکھ کر وہ فوراً سے کچن نے باہر نکلی۔

زینیا نے تاسف میں سر ہلایا۔ اسے لگ رہا تھا کہ نوراں کو کسی دماغ کے ڈاکٹر کے پاس جانا چاہیے۔

-----□□□□□-----

آج اسکا لاسٹ پیپر تھا۔ پھوپھو لوگوں نے تین دن تک واپس آنا تھا۔ وہ پیپر دے آئی۔ تو سو گئی۔ اور اب دروازے کے زور زور سے کھٹکنے پہ اسکی آواز کھلی تھی۔ اس نے ٹائم دیکھا تو بارہ ہونے والے تھے ”تم۔“ سامنے کھڑے حمران کو دیکھ کر اسکی آدھ کھلی آنکھیں پوری کی پوری کھل گئیں۔ وہ توترکی میں تھا۔

”ہاں میں ایک ضروری بات کرنی ہے۔“ وہ۔ کمرے کے اندر داخل ہوا۔

”بولو۔“ وہ حیران ہوئی۔

”ڈیڈ مان گئے ہیں ہماری شادی کے لیے۔ اور انہوں نے کہا ہے کہ وہ ممی کو بھی منالیں

گے۔“ وہ پرجوش انداز میں بولا۔

”تو تم یہ بتانے کے لیے واپس آ گئے۔“ وہ خوشگوار انداز میں بولی۔ اتنی خوشی ہوئی تھی کہ دل کر رہا تھا کہ بھنگڑا ڈالے۔

”کبھی خوش نہ ہونا۔“ وہ خفگی سے بولا۔

”بہت بہت خوش ہوں۔“ دونوں بازو پھلاتے ہوئے اس نے اپنی خوشی کا اظہار کیا۔

”لیکن ابھی خطرہ ٹلا نہیں ہے۔“ وہ سنجیدہ ہوا۔

”اب کیا ہوا۔“ اس نے دل پہ ہاتھ رکھا۔

”ڈیڈ نے کہا ہے کہ وہ ممی کو سمجھائیں گے۔ لیکن اب یہ تو ممی کی مرضی ہے کہ وہ مانیں یا نہ

مانیں۔“ وہ افسردہ لہجے میں بولا۔

”پھر؟“ اس کے دل کی دھڑکن تیز ہوئی۔

”ایک اور حل بھی ہے۔“ اس کی طرف دیکھ کر وہ بولا۔

”کیا۔“ وہ فوراً بولی۔

”ڈیڈ نے کہا کہ اگر ہم دونوں نکاح کر لیں۔ تو پھر آئی آسانی سے مان جائیں گی۔ اور پھر انہیں

یہ احساس ہوگا کہ ضروری نہیں کہ دھرے رشتوں میں پیچیدگیاں دوسرے رشتوں کی نسبت زیادہ

ہوتی ہیں۔“ وہ اس کی طرف دیکھ کر سنجیدہ انداز میں بولا۔

”واٹ؟ یہ انکل نے کہا۔“ اس کا تو منہ ہی کھل گیا۔ انکل یہ سب کیسے کہہ سکتے ہیں۔

”مجھے پتا تھا تم یقین نہیں کرو گی۔ یہ آڈیو سن کر تم ضرور یقین کرو گی۔ میں اپنے فرینڈز کے ساتھ

تھا ادھر۔ ہم استنبول گھوم رہے تھے۔ جب مجھے ڈیڈ کا یہ پیج ملا۔ میں نے ان سے کہا تھا کہ اگر ہم

کوٹ کر لیں۔ تو پھر انہوں نے یہ جواب دیا۔ میں نے وہاں سے ہی ٹکٹ کروائی۔ اور بھاگا آیا۔“ وہ

جیب سے موبائل نکالے ہوئے بولا۔ اور واٹس اپ کھولا۔

"ٹھیک ہے مجھے کوئی اعتراض نہیں۔ جہاں تک بات ہے ثمرہ کی تو میں اسے سمجھا لوں گا۔ کو ان بچے ہو تم دونوں۔ تم لوگوں کو پتا ہے کہ کیا صحیح اور کیا غلط ہے۔ اور زینیا کو کہنا کہ پریشان نہ ہو۔" موبائل کے سپیکر پہ مصطفیٰ صاحب کی آواز گونج رہی تھی۔

حمران نے سوالیہ نظروں سے اسکی طرف دیکھا۔ وہ کنفیوژ ہو رہی تھی۔ اگر چھو پھو ناراض ہو گئیں تو۔

-----□□□□-----

"زینیا کمال، ولد کمال احمد آپکا نکاح حمران مصطفیٰ ولد مصطفیٰ کمال کے ساتھ محض پانچ ہزار حق مہر کے کیا جاتا ہے۔ کیا آپکو یہ نکاح قبول ہے۔" مولوی صاحب نے زینیا سے پوچھا۔

"قبول ہے۔" زینیا نے جواب دیا۔

مبارکباد کا شور اٹھا۔

نکاح ہو چکا تھا۔ اس نے یہ سوچ کر نکاح کر لیا تھا کہ انکل جو پریشاں دے رہے ہیں۔ اور اب وہ تیار ہو رہی تھی۔ نوراں پتا نہیں کہاں غائب تھی۔ شاید سو رہی تھی۔ اس نے سفید کلمر کا پلین فرائک پاجامہ اور اسکے اوپر سرخ رنگ کا کادار دوپٹہ زیب تن کر رکھا تھا۔ ہلکی پھلکی میک اور جیولری نے اس کے حسن کو چار چاند لگا دیے تھے۔ اپنے لمبے براؤن بالوں پہ وہ برش کر رہی تھی۔ جب نوراں کمرے میں آئی۔ اور دیکھ کر دروازے پہ ہی رک گئی۔

"کہاں تھی تم۔" وہ غصے سے بولی۔ نوراں کو تو نکاح کے وقت اسکے پاس ہونا چاہیے تھا۔ جب حمران نے کمرے میں آکر نکاح کا کہا۔ تب سے اب تک وہ کمرے سے باہر نہ جاسکی تھی۔

”جی وہ سو رہی تھی۔ سر میں درد تھا تو گولی لینے کے لیے گھر میں آئی۔“ نوراں گھبراتے ہوئے بولی۔

”حمران نے تمہیں بتا دیا ہوگا کہ یہ بات کسی کو نہیں بتانی۔“ سر پہ دوپٹہ ٹکاتے ہوئے وہ بولی۔  
”جج جی۔“ نوراں نے بے مشکل آواز نکالی۔ وہ جانے کو پرتول رہی تھی۔  
زینیا نے ناگواری سے نوراں کی حرکات ملاحظہ فرمائی۔ اور اسے جانے کا کہا۔  
”بچاری۔“ زینیا نے زیر لب کہا۔ اسے نوراں سے دلی ہمدردی ہو رہی تھی۔ جو حمران کو پسند کرتی ہے۔ لیکن اب ان دونوں کی شادی دیکھ کر پریشان ہو رہی تھی۔

-----□□□□-----

”فاٹلی آج ہم مل ہی گئے۔“ حمران نے اسکا ہاتھ پکڑتے ہوئے کہا۔  
”منہ دکھائی؟“ اس نے دوسرا ہاتھ پھیلایا۔  
”یار اتنی دفعہ دیکھا ہوا ہے تمہیں۔ اب کیا منہ دکھائی دیتا۔“ وہ سنجیدگی سے بولا۔  
”حد ہے ویلے۔“ وہ ہاتھ واپس کھینچتے ہوئے خفگی سے بولی۔  
”دیکھا میں چونکہ میں ہوں۔ تو میرا گفٹ بھی مختلف ہونا چاہیے نا۔“ وہ جیب سے سیاہ گلاب نکالے ہوئے بولا۔

”ویلے لوگ سونا چاندی یا ہیرا دیتے ہیں۔“ اس کے ہاتھ سے گلاب لیتے ہوئے اس نے چھیڑا۔  
”میں نے کہا نا میں تو میں ہوں۔“ وہ مسکراتے ہوئے بولا۔  
وہ جوابا مسکرا نہ سکی۔



"پھوپھو کے ری ایکشن کا سوچ کر مجھے ڈر لگ رہا ہے۔" وہ گھبراتے ہوئے بولی۔  
"ششش۔ آجکا دن بہت خوبصورت ہے۔ سوپلیز اسکو واہموں اور خدشوں کے نظر نہ کرو۔" انگلی کے اشارے سے اس نے اسے چپ ہونے کا کہا۔  
وہ اثبات میں سر ہلاتے ہوئے مسکرائی۔

-----□□□□-----

صبح اسکی آنکھ کھلی تو حمران کمرے میں موجود نہیں تھا۔ فریش ہو کر وہ کمرے سے باہر نکلی۔ اس نے پورا گھر چھان مارا لیکن حمران نہیں تھا۔  
"حمران کدھر ہیں؟" کچن میں ناشتہ بناتی نوراں سے اس نے پوچھا۔  
"وہ تو نہیں ہیں۔" نوراں ڈرتے ڈرتے بولی۔  
"کیا مطلب نہیں ہے۔ کدھر گیا ہے؟" وہ پریشان ہوئی۔ اور حمران کانبر ملایا۔ لیکن وہ بند جا رہا تھا۔

"ہو سکتا ہے مغیز کی طرف ہوں۔ لیکن مغیز کیا ادھر ہے؟۔ وہ تو نکاح میں نہیں تھا۔ پھر کدھر گئے یہ۔ خیر آجائیں گے۔" زینا نے دل میں سوچا کچن سے باہر نکل گئی۔  
نوراں نے گھبراتے ہوئے ثمرہ بی بی کو واٹس اپ پہ کال ملائی۔ جو بی بی نے ہی اسے سکھائی تھی۔

-----□□□□-----

ثمرہ پریشانی سے ادھر سے ادھر چکر کاٹ رہی تھیں۔ انکا بس نہیں چل عہا تھا کہ فوراً پاکستان پہنچ جائیں۔ نوراں نے ابھی جو خبر سنائی تھی۔ اس خبر نے انہیں چکرا کر رکھ دیا تھا۔

نوراں کا کہنا تھا کہ زینیا بی بی یہ واقعی ہی کوئی جن ہے۔ رات کو وہ کسی دلہن کی طرح تیار ہو رہی تھی۔ اور حمران کی بات کر رہی تھی۔ اور صبح اٹھ کر حمران کا پوچھ رہی تھیں۔ نوراں سلت گھبرائی ہوئی تھی۔ وہ چاہتی تھی کہ ثمرہ جلد سے جلد واپس آئے۔ اسے زینیا سے بہت ڈر لگ رہا ہے۔ کہیں وہ اسکو کچھ نہ کہیں۔

وہ سمجھ گئی تھیں کہ جن تو نہیں۔ لیکن زینیا کسی شدید ذہنی بیماری میں مبتلا ہو چکی تھی۔

اب مسئلہ مصطفیٰ اور حمران سے چھپانے کا تھا۔ اور واپس جانے کے لیے جھوٹ بولنا بھی تھا۔

-----□□□□-----

"یار ایک غلط کام ہو گیا مجھ سے"۔ زینیا نے فون پہ اقرا سے کہا۔

حمران تو صبح سے غائب تھا۔ اور اب اسے ٹینشن ہو رہی تھی کہ پتا نہیں اس نے ٹھیک کیا یا نہیں۔ اقرا کو اس نے یہ بتایا ہوا تھا کہ وہ حمران کو پسند کرتی ہے۔ باقی کے معاملات اس نے اقرا کو نہیں بتائے تھے۔ لیکن اب اس نے سوچا کہ بتا دے۔ تاکہ کچھ ٹینشن کم ہو۔

"ہاں بولو۔ خیریت ہے نا سب"۔ اقرا نے فکر مندی سے کہا۔

"یار وہ پھوپھو میری اور حمران کی شادی کے لیے نہیں مان رہی تھیں۔ تو ہم نے خود ہی شادی کر لی"۔ کمرے میں ادھر سے ادھر چکر لگاتے ہوئے وہ بولی۔

"واٹ؟ دماغ ٹھیک ہے تمہارا۔ یہ تم نے کیا کر دیا۔ جانتی ہونا آئی کو"۔ اقرا چیخی۔

”اسکے علاوہ کوئی حل نہیں تھا۔ میں کیا کرتی پھوپھو نہیں مان رہی تھی۔ مجھے تو یہ ہی حل نظر آیا۔“ اس نے اپنا دفاع کیا۔

”تو تم انہیں مناتی۔ مجھے تم سے یہ امید نہیں تھی۔ نکلی نا تم وہ ہی ٹیپکل لڑکی۔ کسی کے جھانے میں آگئی۔“ اقرانے اسے لتاڑا۔

”میں کسی کے جھانے میں نہیں آئی۔ انکل نے پریش دی۔ تب میں مانی۔“ اب اصل بات بتانا ضروری تھا۔

”پھر ٹھیک ہے۔ تم نے تو مجھے ڈرا ہی دیا تھا۔ پھر کیا ٹینشن ہے۔“ اقرانے سن کر کچھ مطمئن ہوئی۔

”مجھے ڈر لگ رہا ہے۔ کہیں پھوپھو مجھ سے ناراض نہ ہو جائیں۔ اس وقت تو مجھے لگا کہ یہ ٹھیک ہے۔ لیکن اب پتا نہیں کیوں ڈر لگ رہا ہے۔“ وہ رونے والی ہو رہی تھی۔

”ارے کچھ نہیں ہوتا۔ انکل سنبھال لیں گے آنٹی کو۔ تم مجھے تصویریں تو بھیجیو۔ میں بھی تو دیکھوں کہ کیسی لگ رہی تھی۔“ اقرانے کہا۔

”بھیجتی ہوں۔“ اسنے کہا اور فون بند کر دیا۔

جیسے ہی اسنے گیلری کھولی تو وہ پریشان ہوئی۔ کیونکہ نکاح کی ایک بھی تصویر نہیں تھی۔ اسنے پورا موبائل دیکھ لیا۔ کہیں بھی پکچرز نہیں تھی۔ وہ سخت پریشان ہوئی۔ کیونکہ موبائل کا پاسورڈ اسکے علاوہ کسی اور کو نہیں پتا تھا۔

پھر یہ سوچ کر مطمئن ہو گئی کہ شاید موبائل میں کوئی مسئلہ ہو گیا ہے۔ لیکن باقی پیکر بھی تو ہیں۔ پھر۔۔۔۔۔

-----□□□□□-----

”کیا ہوا ہے“۔ مصطفیٰ نے ثمرہ سے پوچھا۔

”کچھ نہیں۔ پرسوں جارہے ہیں نا ہم“۔ ثمرہ چونکتے ہوئے بولیں۔

”نہیں۔ آج رات کی فلائیٹ ہے تم دونوں کی۔ مجھے آج ہی نکلنا ہے۔ تو حمران کہہ رہا تھا کہ ہم

بھی آج ہی واپس چلے جائیں“۔ وہ جواباً بولے۔

ثمرہ نے دل ہی دل میں خدا کا شکر ادا کیا۔ اُنکو کوئی جھوٹ نہیں بولنا پڑ رہا تھا۔

ساڑھے چار پانچ گھنٹے کی اس فلائیٹ میں وہ بہت مشکل سے خود کو پرسکون ظاہر کرتی رہیں۔

جیسے ہی وہ گھر پہنچیں۔ فوراً زینیا کے کمرے کی طرف بڑھیں۔ اور سوئی ہوئی زینیا کو اٹھایا۔

”پھوپھو آپ“۔ وہ ثمرہ کو دیکھ کر حیران و پریشان ہوئی۔ اگر حمران واپس آ گیا تو وہ پھوپھو کو کیا

بولے گی۔

”مصطفیٰ کو جلدی جانا پڑ گیا تھا تو ہم دونوں واپس آ گئے“۔ اسکے گلے لگتے ہوئے ثمرہ بولیں۔ اور بڑی

مشکل سے آنسوؤں کو کنٹرول کیا۔

”اچھا“۔ پھوپھو کا ”ہم“ کے صیغہ استعمال کرنے پہ اسے تھوڑی حیرت ہوئی۔



"تم ٹھیک سے رہی نا"۔ اسکے چہرے کو دونوں ہاتھوں سے تھامتے ہوئے انہوں نے پوچھا۔  
"جی پھوپھو۔ میں ٹھیک رہی"۔ وہ۔ جواباً بولی۔ پھوپھو کے انداز پہ وہ تھوڑی پریشان ہوئی۔  
"تم آرام کرو۔ صبح بات ہوتی ہے"۔ اسکا گال تھپتھپا کر وہ باہر نکل گئیں۔ اور کب سے  
روکے گئے آنسوؤں کو بہنے دیا۔

دوسری طرف زینیا نے پھر سے حمران کا نمبر ملایا۔ جو صبح سے پتا نہیں کدھر غائب تھا۔ لیکن ابھی  
بھی اسکا نمبر بند آ رہا تھا۔

-----□□□□-----

داؤد نے اسائنمنٹ اور پیپرز میں اس سے ہیلپ لی تھی۔ تو اس نے داؤد کو اپنا نمبر دیا تھا کہ اگر کوئی  
کام ہو تو پوچھ لینا۔ اور ابھی داؤد نے اسکو میسج کیا تھا کہ وہ اپنی امی کو انکے گھر رشتے کے لیے بھیجنا  
چاہتا ہے۔ یہ پڑھ کہ تو اسکا دماغ چکرا گیا۔ وہ فوراً حمران کے کمرے کی طرف بھاگی۔ اور دھڑا دھڑ  
دروازہ کھٹکھٹایا۔

"کیا تکلیف ہے"۔ حمران نے غصے سے کہتے ہوئے دروازہ کھولا۔ سامنے موجود زینیا کو دیکھ کر وہ  
حیران ہوا۔

"تم یہاں۔ خیریت ہے نا"۔

"ایک مسئلہ ہو گیا ہے"۔ وہ کمرے میں داخل ہوتے ہوئے بولی۔

"کیسا مسئلہ"۔

”میرا کلاس فیلو ہے نا داؤد۔ تم جانتے ہو اسکو۔ اس نے مجھے ابھی مسیج کیا ہے کہ وہ اپنی امی کو بھیجنا چاہتا ہے۔“ وہ صوفے پہ بیٹھتے ہوئے بولی۔

”تو؟“ وہ حیرت سے بولا۔

”تو یہ کہ اسکو تو میں روک دوں گی۔ لیکن اگر کوئی اور اچھا رشتہ آیا تو پھوپھو ہاں کر دیں گی۔ اب کیا ہوگا۔“ وہ اسکی طرف دیکھتے ہوئے بولی۔

”تو کیا ایشو ہے۔ شادی تو تم نے کرنی ہی ہے۔ اور داؤد تو کافی اچھا لڑکا ہے۔“ وہ۔ اسکے سامنے بیٹھتے ہوئے بولا۔

”یہ مذاق کا وقت نہیں ہے۔“ وہ ناگوار انداز میں بولی۔ یہ مذاق اسے برا لگا تھا۔

”اس میں مذاق کہاں سے آگیا۔ شادی تو کرنی ہے نا تم نے۔ یا پھر ساری زندگی کنواری رہنا ہے۔“ وہ سنجیدہ انداز میں بولا۔

”شرم کرو کچھ۔ اپنی بیوی سے کوئی ایسا مذاق کرتا ہے۔“ وہ غصے سے بولی۔

”کونسی بیوی۔ کس کی بیوی؟“ وہ حیرت سے بولا۔

”میں تمہاری بیوی۔ کیا ہو گیا ہے۔ نشہ تو نہیں کیا؟“ وہ طنزیہ انداز میں بولی۔ حمران کی غیر سنجیدگی اسے ایک آنکھ نہ بھائی تھی۔

”میں نے تو نہیں۔ البتہ تم نے ضرور نشہ کیا ہوا ہے۔ تب ہی ایسی بہکی بہکی باتیں کر رہی ہوں۔ میں نے اور تم نے کب شادی کی۔“ وہ ناگوار انداز میں بولا۔

"حمران میں آل ریڈی پریشان ہوں۔ مجھے مزید تنگ نہ کرو۔ اس مسئلے کا کوئی حل نکالو۔" اس نے باقاعدہ ہاتھ جوڑے۔

"میں بھی تو یہ ہی کہہ رہا ہوں کہ مجھے پریشان نہیں کرو۔ لیکن تم اتنی الٹی سیدھی باتیں کر رہی ہو۔ میں نے تم سے کوئی نکاح نہیں کیا۔ یقیناً تم نے کوئی خواب دیکھا ہوگا۔" وہ بھی پریشان ہوا۔

"تم کیسی باتیں کر رہے ہو۔ لگتا نیند میں ہوا بھی پرسوں رات میں نکاح کیا ہم نے۔ اور تم اس رات میرے ساتھ ہی تھے۔ پھر تم پتا نہیں کل کدھر چلے گئے۔ اور آج واپس آئے ہو تو بہکی بہکی باتیں کر رہے ہو۔" وہ تحمل کا مظاہرہ کرتے ہوئے بولی۔

"تمہارا دماغ تو نہیں خراب ہو گیا۔ میں ترکی میں تھا۔ اور تم کیا بول رہی ہو۔" وہ غصے سے بولا۔

"میرا نہیں تمہارا دماغ خراب ہو گیا ہے۔ تم نے خود مجھ سے نکاح کیا۔ اور اب اس سب ڈرامے کا مقصد۔" وہ حیرت اور غصے کے لے جلتے تاثرات کے ساتھ بولی۔

"مجھ پہ الزام لگانے کی ضرورت نہیں ہے۔ میں نے تم سے کوئی نکاح نہیں کیا۔" وہ ایک ایک لفظ چبا کر بولا۔

"تم نکاح کر کے مگر کیوں رہے ہو۔" وہ حیران ہوئی۔

"میں نے تم سے کوئی نکاح نہیں کیا۔ اور اگر اب تم نے مجھ پہ یہ الزام لگایا۔ تو تمہارے حق میں اچھا نہیں ہوگا۔ میرے کمرے سے نکل جاؤ۔" انگلی اٹھا کر اسے وارننگ دیتے ہوئے وہ بولا۔

"تم ایسا کیوں کر رہے ہو۔ اس سب کا کیا مقصد ہے۔ کوئی غلطی ہوئی مجھ سے۔" وہ بس رونے لگی تھی۔

”دفع ہو جاؤ“۔ وہ دباڑا۔

زینیا سہم گئی۔

-----□□□□-----

ثمرہ گھبراتی ہوئی حمران کے کمرے کی طرف بڑھیں۔ وہ سو رہی تھیں۔ جب نوراں نے انہیں اٹھا کر بتایا کہ حمران اور زینیا لڑ رہے ہیں۔

جیسے ہی وہ کمرے میں داخل ہوئیں۔ تو حمران چلا رہا تھا۔ اور زینیا سہم کے کھڑی تھی۔

”کیا ہو گیا ہے۔ کیوں لڑ رہے ہوں“۔ وہ گھبراتے ہوئے بولیں۔

”پھوپھو اس نے مجھے دھوکہ دیا ہے“۔ زینیا فوراً بولی۔

”اسکا دماغ خراب ہو گیا ہے“۔ حمران نے فوراً جواب دیا۔

”اس نے مجھ سے پرسوں شادی کی ہے۔ اور اب یہ اس بات سے نگر رہا ہے“۔ وہ روتے ہوئے بولی۔

”میں نے کہا نا کہ اسکا دماغ خراب ہو گیا ہے“۔ دونوں ہاتھوں کو اوپر اٹھاتے ہوئے وہ بولا۔

”یہ جھوٹ بول رہا۔ اور میں سچ کہہ رہی ہوں۔ آپکو یقین ہے نا میری بات کا“۔ پھوپھو کے کندھے

پر ہاتھ رکھتے ہوئے اس نے پوچھا۔

”لیکن یہ کیسے ممکن ہے۔ یہ تو ترکی میں تھا“۔ ثمرہ پریشان ہوئیں۔

”لیکن یہ واپس آیا۔ اور اس نے مجھ سے نکاح کیا تھا“۔ وہ بولی۔



”زینیا میں اور یہ آج اکھٹے واپس آئیں ہیں ترکی سے۔ تم نے کوئی خواب دیکھا ہوگا۔“ انہوں نے اسکا چہرہ تھپتپایا۔

”یہ پھر واپس چلا گیا ہوگا۔ لیکن سچ میں ہم نے شادی کی۔“ وہ انکو پرے کرتے ہوئے بولی۔ آخر کوئی اسکی بات کا یقین کیوں نہیں کر رہا۔

”تمہارے پاس کوئی ثبوت، کوئی تصویر یا نکاح نامہ۔“ سر تھامے بیٹھے حمران کی طرف دیکھتے ہوئے انہوں نے زینیا سے پوچھا۔

”تصویریں تھیں۔ لیکن ڈیلیٹ ہوگئی۔ نکاح نامہ ہے۔ میں ابھی لاتی ہوں۔“ نفرت بھری ایک نگاہ حمران پہ ڈالنے ہوئے وہ بولی۔ اور کمرے سے باہر نکل گئی۔

”آپ بھی شاید زینیا کو ہی سچا سمجھ رہیں ہیں۔ میں سوتیلا جو ہوں۔“ وہ تلخی سے بولا۔  
”میں جو سمجھ رہی ہوں۔ فلحال تمہیں نہیں سمجھا سکتی۔“ دونوں ہاتھوں سے سر تھامتے ہوئے وہ بولی۔ اور بیٹھ گئیں۔

-----□□□□□-----

دراز میں موجود چابی سے اس نے الماری کھولی۔ اور لاکر پہ کوڈ لگایا۔ جیسے ہی اس نے لاکر کے اندر دیکھا۔ تو ساکت رہ گئی۔ نکاح نامہ نہیں تھا۔ اس نے خود نکاح نامہ سامنے رکھا تھا۔ اس نے پورا لاکر چھان مارا۔ لیکن نکاح نامہ نہیں تھا۔

اسکا دماغ گھوم گیا۔ یہ کیا ہو رہا تھا۔ پہلے تصویریں غائب تھیں۔ اب نکاح نامہ۔

اس نے پورا کمرہ چھان مارا۔ لیکن نکاح نامہ نہیں ملا۔

"نکاح نامہ پتا نہیں کدھر گیا ہے۔" حمران کے کمرے میں داخل ہوتے ہوئے وہ پھوپھو سے بولی۔

حمران نے جتنا ہی نظروں سے ٹمرہ کو دیکھا۔

"تمہارے موبائل کا اور لاکر کا پاسورڈ صرف تم جانتی ہو۔ تو پھر یہ کیسے ہو سکتا ہے۔" ٹمرہ نے پوچھا۔ وہ دل ہی دل میں پریشان ہو گئی تھی۔ انکا بالکل ارادہ نہیں تھا۔ زینیا کی بیماری کے باری میں کسی کو بتانے کا۔ لیکن اب۔۔۔۔۔

"اسکی کوئی چال ہوگی۔" حمران کی طرف اشارہ کرتے ہوئے وہ بولی۔ اسے سمجھ نہیں آرہی تھی کہ اسکے ساتھ یہ ہو کیا رہا ہے۔

"شٹ اپ۔" حمران چیخا۔

"پھوپھو آپ نوراں کو بلائیں۔ اسے سب پتا ہے۔" وہ اچانک یاد آنے پہ بولی۔ اسے سمجھ آگیا تھا کہ حمران بدلہ لے رہا ہے۔

"کیا واقع حمران اور زینیا ایک دوسرے کو پسند کرتے ہیں۔ اور انہوں نے شادی بھی کی ہے۔" جب نوراں آگئی۔ تو زینیا کی تسلی کے لیے انہوں نے نوراں سے پوچھا۔

"ایسا تو کچھ بھی نہیں ہے۔" نوراں نے نفی میں گردن ہلائی۔

"جھوٹ کیوں بول رہی ہو۔ سب پتا ہے تمہیں۔ اس دن کچن میں اس نے تمہارے سامنے ہی مجھ سے اظہار محبت کیا تھا۔ اور پھر اسکے بعد بھی تم نے ہمیں کئی دفعہ باتیں کرتا سنا۔ اور نکاح والے دن بھی تم میرے کمرے میں آئی تھی۔ سچ بولو۔" وہ زور زور سے چیختے ہوئے بولی۔

"بی بی جی آپ خود اپنے آپ سے باتیں کرتی تھی۔ حمران صاحب نے تو ایسا کچھ نہیں کہا۔" ثمرہ کے پیچھے چھپتے ہوئے نوراں نے کہا۔

"یہ جھوٹ ہے۔ یہ بھی حمران کی طرف ہے۔ ظاہر ہے حمران اسکی مدد جو کرتا ہے۔" وہ غصے سے بولی۔

حمران تو خاموش تماشائی بنا تماشا دیکھ رہا تھا۔

"زینیا حمران نے کبھی کسی ملازم کی پیسوں سے مدد نہیں کی۔ وہ تو ملازموں کو سر پہ چڑھانے کے خلاف ہے۔" ثمرہ نے اسے سمجھایا۔

"آپ چوکیدار انکل سے پوچھ لیں۔ پرسوں یہ اپنے دوستوں کے ساتھ رات گئے گھر آیا تھا۔" اس نے اگلا گواہ لانا چاہا۔

"اسکی ضرورت نہیں۔ گیٹ پہ اس نے ہم دونوں سے یہ کہا کہ آپ لوگوں کے بغیر گھر سونا سونا تھا۔ اگر ایسا کچھ ہوا ہوتا۔ تو وہ یہ اب نہ کہتا۔" ثمرہ نے اس کی اگلی بات بھی جھٹلائی۔

"اس نے سب کو خریدا ہے۔ میں جانتی ہوں۔ اس سب کے پیچھے کیا وجہ ہے۔" وہ حمران کی طرف بڑھتے ہوئے بولی۔ اور حمران کا کالر پکڑا۔

"اپنی حد میں رہو۔ اور بکو اس بند کرو۔" ایک جھٹکے سے کالر چھڑاتے ہوئے وہ بولا۔ اور کھڑا ہو گیا۔

"میں نے جو تمہیں تمہیں مارا تھا۔ اس سب کا بدلہ لینے کے لیے تم یہ سب کر رہے ہو نا۔ جانتی ہوں

میں تم جیسے تمہرے کلاس لڑکوں کو۔ مگر زینیا کمال کو کمزور مت سمجھنا۔" انگلی اٹھا کر اسے وارننگ

دیتے ہوئے وہ بولی۔

ثمرہ چکرا گئی۔ زینیا نے انہیں وہ پورا واقعہ پہلے بتا چکی تھی۔ لیکن نہیں نہیں پتا تھا کہ زینیا کی دماغی رو اس قدر بھٹک چکی ہے کہ وہ اپنے آپکو درست ثابت کرنے کے لیے کچھ بھی کہہ سکتی ہے۔

"اپنی بکواس بند کرو۔ میں بتاتا ہوں تمہاری اصیلت"۔ جیب سے موبائل نکالے ہوئے وہ بولا۔  
زینیا اور ثمرہ چونک گئیں۔

-----□□□□-----

زینیا نے کچھ عرصہ پہلے خود مجھ سے کہا تھا کہ وہ مجھ سے محبت کرتی ہے۔ لیکن میں نے اسکو کہا کہ میں عروج سے پیار کرتا ہوں۔ پھر میں نے کہا کہ ہم دوست ہیں۔ اس نے کہا کہ ٹھیک ہے۔ اب پتا نہیں کیوں یہ یہ سب کہہ رہی ہے "وہ ممی کی طرف دیکھتے ہوئے بولا۔  
"یہ جھوٹ بول رہا ہے۔ اس نے خود مجھ سے کہا کہ یہ مجھ سے پیار کرتا ہے۔ تم کچھ بولتی کیوں نہیں۔ بتاؤ سچ"۔ وہ نوراں کی طرف بڑھتے ہوئے غصے سے بولی۔  
نوراں ایک دم رونا شروع ہو گئی۔

"بی بی جی میں نے کہا ہے نا کہ زینیا بی بی کے ساتھ جن ہیں"۔ نوراں ثمرہ کی طرف دیکھتے ہوئے بولی۔

"تم جاؤ"۔ حمران ناگوار انداز میں نوراں سے بولا۔

نوراں سر پہ پاؤں رکھ کے بھاگی۔



"تم نکاح والی بات مانو۔ ورنہ تم زینیا کمال کو اچھے سے جانتے ہو۔" انگلی اٹھا کر اسے وارننگ دیتے ہوئے وہ بولی۔

"یہ تمہارا نمبر ہے نا۔" موبائل زینیا کے سامنے کرتے ہوئے وہ بولا۔  
"ہاں۔"

"آپ دیکھ سکتی ہیں۔ کچھ ماہ پہلے زینیا نے مجھے میسج پہ کہا کہ وہ مجھ سے پیار کرتی ہے۔ اور میں نے کہا کہ نہیں۔ میں عروج سے پیار کرتا ہوں۔ آپ یہ چیٹ دیکھ سکتی ہیں۔" زینیا کو نظر انداز کر کے حمران نے موبائل ثمرہ کی طرف بڑھایا۔

ثمرہ نے پکڑنے کے لیے ہاتھ نہیں بڑھایا۔ انہیں سمجھ آگیا تھا سارا کچھ۔ لیکن زینیا نے جھٹ سے موبائل پکڑا۔ میسج دیکھ کر اسکا دماغ گھوم گیا۔

اس نے حمران سے میسج پہ کہا تھا کہ وہ اس سے بہت پیار کرتی ہے۔ لیکن حمران نے کہا کہ وہ عروج سے پیار کرتا ہے۔

"یہ جھوٹ ہے۔" اس سے پہلے وہ ہاتھ میں پکڑے موبائل کو زمین پہ مارتی حمران نے اسکے ہاتھ سے موبائل چھین لیا۔

"میرا خیال ہے کہ آپ اسکو کسی اچھی سائیکولاجسٹ سے چیک کروائیں۔ زینیا کمال کا دماغ خراب ہو گیا ہے۔" وہ غصیلے انداز میں بولا۔

"تمہاری حقیقت میں سب کے سامنے لے کر آؤ گی حمران مصطفیٰ۔ یہ زینیا کمال کا وعدہ ہے۔" وہ چیلنج کرنے والے انداز میں بولی۔ لیکن اندر سے وہ ہل چکی تھی۔ کیا وہ واقعی ذہنی بیمار ہو گئی تھی۔

-----□□□□-----

وہ سر تھامے بیڈ پہ بیٹھی تھی۔ اس نے دوبارہ سے پورا کمرہ چھان مارا تھا۔ لیکن نکاح نامہ نہیں تھا۔ وہ یہ بات ماننے کو تیار نہیں تھی جو ہوا۔ وہ سب اصل نہیں تھا۔ وہ سب اصل تھا۔ ایسا ہونا ناممکن ہے کہ یہ سب اسکی سوچ ہو۔ اسے ثبوت لا کر پھوپھو کو دکھانے تھے۔ حمران نے جو اسکے ساتھ کیا۔ وہ کبھی بھولے گی نہیں۔ نہ ہی حمران کو بھولے دے دے گی۔ ایسا بدلہ لے گی کہ وہ ساری زندگی یاد رکھے گا کہ اس کا پالا کس سے پڑا تھا۔

-----□□□-----

ثمرہ نے ایک افسردہ نگاہ ناشتہ کرتی زینیا پہ ڈالی۔ جسکے چہرے کو دیکھ کر لگ رہا تھا کہ وہ ساری رات نہیں سوئی۔ اور اسکی سرخ آنکھیں اس بات کی چغلی کھا رہی تھی کہ وہ ساری رات روتی رہی ہے۔ "میں جانتی ہوں کہ آپ میری بات کا یقین نہیں کریں گی۔ ہم ثبوت حاصل کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔ اگر کوئی ثبوت نہیں ملا۔ تو میں خود آپکے ساتھ ڈاکٹر کے پاس جاؤ گی۔" سامنے پڑے جوس کے جگ پہ نگاہے جمائے وہ آنسوؤں کو ضبط کرتے ہوئے بولی۔

"ٹھیک ہے۔" ثمرہ جواباً بولیں۔

ناشتے کے بعد انہوں نے مغیز کو بلایا۔ زینیا بھی پاس ہی موجود تھی۔

"نکاح والی بات تو ناممکن ہے۔ ایک تو حمران ترکی میں تھا۔ دوسرا وہ اپنی زندگی کا اتنا بڑا فیصلہ کرے۔ اور مجھے شامل نہ کرے۔ یہ ناممکن ہے۔" مغیز نے کہا۔

”تم نکاح میں موجود نہیں تھے۔ لیکن تم اس چیز کے تو گواہ ہو کہ حمران میرے ساتھ ہوتا تھا یونیورسٹی میں۔“ زینیا نے کہا۔

”ہاں وہ آپ کے ساتھ ہوتا تھا۔ کیونکہ ایک تو یہ وجہ تھی کہ آپ فیملی ہو۔ اور آپ دوست نہیں بناتی۔ اور اسے یہ بھی لگتا تھا کہ وہ آپ سے محبت کرتا ہے۔“ مغیز نے کہا۔

اس بات پہ زینیا نے پھوپھو کی طرف دیکھا جیسے کہہ رہی ہو کہ میں نے کہا تھا نا۔  
”پھر۔“ ثمرہ فوراً سیدھی ہوئیں۔

”پھر یہ کہ میں نے اس سے کہا کہ وہ اس بارے میں ٹھیک سے سوچے۔ کیونکہ میں حمران کو اچھے سے جانتا ہوں وہ زینیا جیسی لڑکی سے کبھی پیار نہیں کر سکتا۔ پھر دو دن بعد اس نے مجھے کال کی۔ اور کہا کہ وہ غلط تھا۔ وہ تو عروج سے محبت کرتا ہے۔ اور یہ بات سچ ہے۔ حمران کو ایسی لڑکی چاہیے جو اسکے آگے کچھ نہ بولے۔ اور اسکے مطابق عروج ایسی ہی ہے۔“ مغیز نے ایک سانس میں اپنی بات مکمل کی۔

ثمرہ نے اسے جانے کا کہا۔ اور اسکے جانے کے بعد زینیا کی طرف دیکھا۔ جو کسی گہری سوچ میں مشغول تھی۔

”اب کدھر جانا ہے۔“ ثمرہ نے پوچھا۔

-----□□□-----

وہ ہر اس جگہ گئی۔ جہاں وہ کبھی حمران کے ساتھ گئی تھی۔ لیکن وہاں پہ نہ کوئی اسے پہنچاتا تھا نہ حمران کو۔ ثمرہ اسکے ساتھ ہی تھیں۔ اب وہ آخری جگہ آئی تھی۔ جہاں کے لوگ ان سب کو جانتے

تھے۔ وہ اس ہی ہوٹل میں موجود تھی۔ جس میں حمران نے اسے پرپوز کیا تھا۔ اور وہ اس ویٹر سے بات کر رہی تھی۔ جو اس دن انہیں ملا تھا۔

”میم جس دن کی آپ بات کر رہی ہیں۔ اس دن آپ اکیلی تھیں۔ آپ کے ساتھ اور کوئی نہیں تھا۔“ ویٹر نے اسکے سوال کے جواب میں کہا۔

”آپ یاد کریں۔ میں اور حمران آئے تھے۔ آپ ہمیں ادھر سیرھیں پہ لے تھے“ وہ سیرھیں کی طرف اشارہ کرتے ہوئے بولی۔

ثمرہ خاموشی سے کھڑی دیکھ رہی تھیں۔

”میں بھی اس دن کی ہی بات کر رہا ہوں۔ آپ تب پہلی اور آخری دفعہ ہی اکیلی آئی تھیں۔“ ویٹر بولا۔

”اگر میں اس دن اکیلی تھی۔ تو پھر وہ پوری جگہ خالی کیوں تھی۔ میں نے تو فون کر کے نہیں کہا کہ وہ پورا ایریا خالی کروا دیں۔ اس بارے میں کیا بہانہ ہے آپ کے پاس۔“ ماتھے پہ بل ڈاٹے ہوئے وہ تیز لہجے میں بولی۔

”آپ جس وقت آئی۔ اس وقت بہت کم لوگ یہاں موجود تھے۔ آپ نے دیکھا ہوگا کہ نیچے والے فلور میں بھی اکا دکا لوگ تھے۔ اور اوپر والا تو بالکل خالی تھی۔ اور آپ کی وجہ سے میں نے کسی اور کو اوپر نہیں آنے دیا۔“ ویٹر نے تفصیل سے جواب دیا۔

”اور یقیناً کھانا اور کیک بھی میں نے منگوایا ہوگا۔“ وہ ناگوار انداز میں بولی۔ اسے غصہ آنا شروع ہو گیا تھا۔ کیا ڈرامہ تھا یہ سب۔



”وہاں پہ تو کوئی کھانا نہیں تھا۔ آپ آدھا پونا گھنٹا وہاں پہ بیٹھی رہی۔ لیکن آپ نے کچھ بھی کھانے کو نہیں منگوایا اسلیے تو میں آپ کے پاس آیا کہ آپ کو کچھ چاہیے تو نہیں۔ لیکن تب آپ جاری تھیں۔“ ویٹر پر اعتماد انداز میں بولا۔

یہ بات سن کر زینیا لڑکھڑائی۔ ثمرہ نے آگے بڑھ کر اسے سہارا دیا۔

-----□□□□-----

”میں سچ کہہ رہی ہوں۔ اس نے مجھ سے تمہڑے کا بدلہ لینے کے لیے یہ سارا ڈرامہ رچایا ہے۔“ وہ سامنے بیٹھے سائیکولوجسٹ کی طرف دیکھتے ہوئی بولی۔

”آپ کے پاس نکاح نامہ یا کوئی اور ثبوت۔“ ڈاکٹر حمزہ نے پوچھا۔

”یہ ہی تو مسئلہ ہے۔ میرے پاس اس وقت کوئی ثبوت نہیں ہے۔ سارے ثبوت اسنے مٹا دیے۔ اور لوگوں کو بھی خرید لیا۔ لیکن وہ سب میری سوچ نہیں ہے۔ وہ سب اصل میں ہوا

ہے۔ آپ میرا یقین کریں۔“ بولنے بولنے اسکی آواز بھرا گئی۔ کتنا مشکل لگ رہا تھا۔ یہ یقین دلانا کہ وہ پاگل نہیں۔ اور لوگوں سے زیادہ خود کو اس چیز کا یقین دلانا۔

”میں جانتا ہوں یہ وقت مشکل ہے۔ لیکن وقت کا کام ہے گزرنا۔ اور وہ گزر ہی جاتا ہے۔ اب یہ ہم پہ منحصر ہے کہ برے وقت کو اچھا کیسے بنائیں۔ آپ پریشان نہ ہوں۔ ہم مل کر اس مسئلے سے نکلے گیں۔“ ڈاکٹر حمزہ گھمبیر انداز میں بولے۔

اس نے اثبات میں سر ہلایا۔ حلق میں آنسوؤں کا گولا پھنسا تھا۔

”آپ پلیز کمرہ نمبر 9 میں جائیں گی۔ وہاں پہ موجود ڈاکٹر سے کہیں کہ ڈاکٹر حمزہ نے بلایا ہے۔ اگر آپکو زحمت نہ ہو۔“ ڈاکٹر حمزہ نے کہا۔

وہ سر ہلاتی باہر نکل گئی۔

”اسکو کیا ہوا ہے۔“ ثمرہ نے پوچھا۔

”اسکو شیزوفینیا ہے۔ اس بیماری میں آپکو لوگ نظر آتے ہیں۔ آپکو آوازیں سنائی دیتی ہیں۔ اور آپکو یہ لگتا ہے کہ یہ سب رئیل ہے۔ اور آپ کے ساتھ یہ سب اکیلے میں ہوتا ہے۔ اگر دوسروں کے سامنے بھی ہونے لگے تو وہ زیادہ شدت کا ہے۔“ ڈاکٹر نے تفصیل سے جواب دیا۔

”یہ ٹھیک تو ہو جائے گی نا۔“ ثمرہ پریشان ہوئیں۔

”آجائیں زینیا۔“ ڈاکٹر نے دروازے پہ کھڑی زینیا کو دیکھ کر کہا۔ اور اسے بیٹھنے کا اشارہ کیا۔

”ہم آپکی تمھراپی کرے گے۔ اور کچھ ورزشیں ہیں۔ جو آپ کریں گی۔ اور پھر آپ بالکل ٹھیک ہو جائیں گی۔“ ڈاکٹر نے اسکی طرف دیکھ کر کہا۔

واپسی پہ وہ خاموش رہی۔ اور اپنے آگے کے حالات کے بارے میں سوچنی لگی۔ ثمرہ فکرمندی سے اسکی طرف دیکھ رہیں تھیں۔

-----□□□□-----

”کیا ہوا زینیا؟ کھانا کیوں نہیں کھا رہی۔“ ثمرہ نے زینیا سے کہا۔ جو خالی پلیٹ کو گھور رہی تھی۔

”آئی ایم۔ سوری حمران۔ میں نے تمہیں کتنا بُرا بھلا کہا۔“ وہ سامنے بیٹھے حمران کی طرف دیکھتے ہوئے بولی۔

"اُس اوکے۔ کوئی بات نہیں۔ ہو جاتا ہے۔ بس تم ٹھیک ہو جاؤ۔ اور ہم ابھی ابھی دوست ہیں۔" وہ مسکرا کر بولا۔

"ہوں۔" وہ جواباً بولی۔

"ڈاکٹر کے پاس کب جانا ہے۔" حمران نے پوچھا۔

"جمعرات کو۔" ثمرہ بولیں۔

"اگر میری کوئی ہیلپ چاہیے ہو تو بتائیے گا۔" وہ بولا۔

"تم مصطفیٰ کو فلحال کچھ نہ بتانا۔ جب میں مناسب سمجھو گی۔ تب بتا دوں گی۔" وہ زینیا کی طرف دیکھتے ہوئے بولیں۔ جواب بے دلی سے کھا رہی تھی۔

"آپ فکر مند نہ ہوں۔ نہیں بتاؤں گا۔" اس نے جواب دیا۔

"تمہارا کیا پلان ہے آگے کا۔" ثمرہ نے زینیا سے پوچھا۔ وہ چاہتی تھی کہ زینیا کم سے کم سوچے۔

"زلٹ بالکل اچھا نہیں آیا۔ میں یونیورسٹی نہیں جاؤ گی۔" وہ حتمی انداز میں بولی۔

"کوئی بات نہیں اگر زلٹ تمہارے مطابق نہیں آیا۔ گلے سسٹر میں زیادہ محنت کر لینا۔ لیکن

اسطرح پچ میں سب کچھ چھوڑنا ٹھیک نہیں ہے۔" حمران نے اسے سمجھایا۔

"حمران ٹھیک کہہ رہا ہے۔ اسطرح ہاتھ پہ ہاتھ رکھ کے بیٹھنے سے کوئی بھی مسئلہ حل نہیں

ہوتا۔" ثمرہ نے کہا۔

"میں جس ازیت سے گزر رہی ہوں۔ یہ میں ہی جانتی ہوں۔ آپ لوگ تو صرف باتیں ہی کر سکتے

ہیں۔ میری تکلیف میرے درد کو محسوس نہیں کر سکتے۔" زینیا تیز لہجے میں بولی۔

ثمرہ رونا شروع ہوگئیں۔ زینیا کی تکلیف ان سے نہیں دیکھی جارہی تھی۔

"تم یہ تو سوچ سکتی ہو کہ میں تمہارا درد محسوس نہیں کر سکتا۔ لیکن تم مئی کے بارے میں ایسا کیسے سوچ سکتی ہو۔ جس اذیت سے تم گزر رہی ہو۔ وہ بھی اُسکو محسوس کر سکتی ہیں۔ تم ریلکس ہو جاؤ۔ یہ وقت بھی گزر جائے گا۔" حمران نے نرمی سے اسے سمجھایا۔

"سوری پھوپھو" حمران کی باتیں سن کر وہ سخت شرمندہ ہوئی۔ واقعی ہی وہ پھوپھو کے بارے میں ایسا کیسے سوچ سکتی تھی۔

"کوئی بات نہیں"۔ ثمرہ مسکرائیں۔

-----□□□□□-----

وہ لاونج میں بیٹھی تھی۔ نوراں بھی پاس تھی۔ موبائل ہاتھ میں پکڑے وہ کسی اور ہی سوچ میں گم تھی۔ وہ سارا سارا دن یہ ہی سوچتی رہتی کہ کیا سچ ہے اور کیا جھوٹ۔ کوئی اگر اسکو دیکھتا تو حیران رہ جاتا کہ یہ وہ ہی زینیا ہے۔ جو اپنی اتنی کیئر کرتی تھی۔ اب تو اسے اپنا خیال رکھنا بھول چکا تھا۔ سوچیں ہر وقت دماغ میں گھومتی رہتی تھیں۔ اسے نیند نہیں آتی تھی۔ بھوک نہیں لگتی تھی۔ لیکن پھوپھو کے لیے وہ خود کو کنٹرول میں رکھتی تھی۔ ورنہ دل کرتا تھا کہ دھاڑے مار مار کر روئے۔ پھوپھو اسے اکیلا نہیں چھوڑتی تھیں۔ اگر کوئی کام ہوتا تو نوراں کو اس کے پاس بیٹھنے کا کہہ دیتی۔ وہ ڈاکٹر کے پاس بھی جارہی تھی۔

دوسری طرف نوراں جب جب زینیا کو دیکھتی تو یہ ہی سوچتی کہ انسان کیا ہوتا ہے اور پھر کیا ہو جاتا ہے۔



-----□□□□□-----

وہ آج یونیورسٹی آئی تھی۔ اسکا رزلٹ تو اتنا اچھا نہیں آیا تھا۔ جیسا ہمیشہ آتا تھا۔ لیکن پھوپھو کے مجبور کرنے پہ وہ آج آتو گئی۔ لیکن۔ اسے لگا کہ اس نے غلطی کی ہے۔ پڑھائی پہ وہ زرا بھی دھیان نہ دے سکی تھی۔ اس نے سوچ لیا تھا کہ وہ یہ سمٹر ڈراپ کر دے گی۔ اور پھر جب ٹھیک ہوگی تو پھر سے سٹارٹ کر دے گی۔

"مجھے آپ سے ایک بات کرنی ہے۔" وہ ابھی ڈرائیور کو فون کر کے فارغ ہوئی تھی کہ وہ اسکو آکر لے جائے۔ جب داؤد نے اسے مخاطب کیا۔  
"جی بولیں۔" وہ جانتی تھی کہ وہ کیا بات کرنے والا ہے۔

"میری ماما نے جب پہلے رشتہ کی بات کی تھی تو آپکے گھر والوں نے کہا کہ ابھی کچھ مصروفیات ہیں۔ اس کے بعد آپ رشتہ لائیے گا۔ لیکن اب آپکے گھر والوں نے منع کر دیا۔ ایسا کیوں ہے۔" وہ بہت پریشان تھا۔ جب سے زینیا کے گھر والوں کی طرف سے انکار کا پتا چلا۔ اسکا تو سکون غائب ہو چکا تھا۔

"مجھے شیزوفینیا ہو گیا ہے۔" بغیر کسی تمہید کے اس نے سیدھی بات کرنے کا سوچا۔  
"تو؟" وہ الجھا۔

"تو یہ ہی وجہ ہے انکار کی۔" وہ جوابا بولی۔

"اس وجہ سے انکار کر دیا آپ کے گھر والوں نے۔" وہ حیرت سے بولا۔

"ہاں۔"

"یہ تو کوئی وجہ نہیں انکار کرنے کی"۔ وہ تھوڑا مطمئن ہوا۔

"یہ ایک بہت بڑی وجہ ہے۔ اور آپکو اس چیز سے فرق نہیں پڑ رہا۔ یہ بات میرے لیے حیران کن ہے"۔ اس نے اپنی حیرت کا اظہار کیا۔

"یہ ایک بیماری ہے۔ جو کسی کو بھی ہو سکتی ہے۔ اس میں انکار کی کیا وجہ ہے۔ مجھے سمجھ نہیں آئی"۔ وہ ابھی بھی نہ سمجھ سکا تھا۔

"تمہیں نہیں پتا لوگوں کا رویہ۔ ہمارے ارد گرد بہت سے ایسے لوگ بھی بستے ہیں۔ جو یہ سمجھتے ہیں کہ سائیکولجسٹ کے پاس جانے والا انسان پاگل ہی ہے۔ پھوپھو کہ انکار کے پیچھے بھی یہ ہی وجہ ہے۔ وہ نہیں چاہتی کہ کسی کو میرا یہ راز پتا چلے۔ اور لوگ مجھے پاگل سمجھیں۔ اور میں نے آپکی پریشانی کو دیکھتے ہوئے سچ بتا دیا۔ اس امید کے ساتھ کہ تم کسی کو نہیں بتاؤ گے"۔ اب کی بار اس نے تفصیل سے جواب دیا۔

"لیکن ہمارا شمار ان لوگوں میں ہوتا ہے جو اس بیماری کو بیماری ہی سمجھتے ہیں"۔ وہ جواباً بولا۔ اس بات پہ زینیا سے اسے حیرت سے دیکھا۔

"میں اپنی ماما کو بھیجوا گا۔ اور امید ہے کہ انکار نہیں ہوگا"۔ وہ سامنے دیکھتے ہوئے بولا۔ زینیا نے کچھ سوچتے ہوئے اثبات میں سر ہلایا۔

-----□□□□□-----

"کیا سوچ رہی ہو"۔ وہ لان میں بیٹھی تھی۔ جب حمران نے اس کے سامنے بیٹھتے ہوئے پوچھا۔

"کچھ نہیں"۔ وہ ہلکا سا مسکرائی۔

"کچھ تو ہے۔ اگر بتانا نہ چاہو تو الگ بات ہے۔" وہ جواباً بولا۔  
"داؤد ملا تھا آج۔" ناخنوں کو آپس میں رگڑتے ہوئے وہ بولی۔  
"پھر۔" وہ چونکا۔

"میں نے اسکو ساری حقیقت بتا دی۔ لیکن وہ کہتا ہے۔ کہ اسکو اس سب سے کوئی فرق نہیں پڑتا۔" پیشانی کو ہاتھ سے رگڑتے وہ سنجیدہ انداز میں بولی۔  
"یہ تو اچھی بات ہے نا۔ لیکن تم کیوں پریشان ہو رہی ہو۔" حمران نے پوچھا۔  
"ہوسکتا ہے یہ صرف اسکی سوچ ہو۔ اسکے گھر والوں کی نہ ہو۔ اگر ایسا ہوا تو پھر بعد میں مسئلہ ہو جائے گا۔" اس نے اپنی اصل پریشانی بتائی۔  
"مستقبل کا سوچ سوچ کر حال برباد نہ کرو۔ اگر وہ تم سے سچا پیار کرتا ہے تو پھر وہ اپنے گھر والوں کو سنبھال لے گا۔" اس نے اسے مطمئن کرنا چاہا۔  
"لیکن پھر بھی۔"

"مثبت سوچو گی تو زندگی آسان ہو گی۔" وہ مسکرا کر بولا۔  
اس نے اثبات میں سر ہلایا۔

-----□□□□□-----

"کیا ہوا ہے حمران۔" وہ جو سر پکڑے بیٹھا تھا۔ ثمرہ کی آواز پہ چونکا۔  
"کچھ بھی تو نہیں۔" سامنے بیٹھی ثمرہ کی طرف دیکھتے ہوئے وہ زبردستی مسکرایا۔  
"اس وجہ سے پریشان ہو۔" انہوں نے کارڈ اس کے سامنے رکھتے ہوئے پوچھا۔

اسکے چہرے کا رنگ بدلا۔ وہ عروج کے نکاح کا کارڈ تھا۔

"جی۔" وہ سر جھکاتے ہوئے بولا۔

"اس نے تمہارے ساتھ یہ کیوں کیا۔ تم نے اس سے پوچھا؟" وہ اسکے سامنے بیٹھتے ہوئے فکر مندی سے بولیں۔

"وہ کہتی ہے کہ اسے اب مجھ سے محبت نہیں۔" وہ ابھی بھی نیچے دیکھ رہا تھا۔

"ایسے کیسے کر سکتی ہے وہ۔ میں بات کرتی ہوں۔" وہ غصے سے بولیں۔

"نہیں آپ رہنے دیں۔" انکی طرف دیکھتے ہوئے وہ بولا۔ اسکی آنکھیں سُرخ ہو رہی تھیں۔  
"رو تو نہیں۔" وہ پریشان ہوئیں۔

"مجھے ایسا لگتا ہے کہ زینیا کی بد دعا لگی ہے مجھے۔ اسکو جو ٹکھرایا تھا میں نے۔" آنکھوں کو رگڑتے ہوئے وہ بولا۔

"ایسا نہیں بولو۔ ایسا کچھ نہیں ہے۔" انہوں نے اسے سمجھایا۔

"بہر حال آپ پاپا کو کچھ نہ بتائیے گا۔ وہ پریشان ہونگے۔ ویسے بھی کچھ دنوں تک وہ آجائیں گے۔ تو انہیں سب کچھ پتا چل جائے گا۔" وہ زبردستی مسکراتے ہوئے بولا۔

"ٹھیک ہے۔" وہ جواباً بولیں۔ اور دل میں سوچا کہ انہوں نے مصطفیٰ سے زینیا کی بیماری چھپا کر اچھا نہیں کیا۔ فیملی والوں سے کوئی بات نہیں چھپاتے۔

"ایک اور بات کرنی تھی۔" تھوڑی دیر بعد حمران بولا۔

"بولو۔"



”زینیا کہہ رہی تھی کہ اس نے داؤد کو ساری حقیقت بتا دی۔ لیکن اسے کوئی اعتراض نہیں۔ وہ دوبارہ رشتہ بھیجے گا۔ اب آپ انکار نہیں کیجیے گا۔“ وہ سنجیدہ انداز میں بولا۔  
ثمرہ نے اثبات میں سر ہلایا۔ لیکن وہ کچھ اور سوچ رہی تھیں۔

-----□□□□-----

وہ اپنے کمرے میں تھا۔ جب نوراں نے اسے کسی حمزہ کے آنے کی اطلاع دی۔ وہ گھبراہ گیا۔ اور فوراً ڈرائنگ روم کی طرف بڑھا۔

”تم یہاں پہ کیا کر رہے ہو۔“ اس کے ماتھے پہ شکنوں کا جال بچھا۔

”ایک ضروری بات کرنی تھی۔“ حمزہ صوفے سے اٹھتے ہوئے بولا۔

”تو فون کر لیتے۔ گھر آنے کی کیا ضرورت تھی۔“ وہ ناگوار انداز میں بولا۔

”کیا تم فون۔ لیکن تم نے کال اٹینڈ نہیں کی۔ اور مجھے جلدی تھی۔ اس لیے یہاں آ گیا۔“ حمزہ

کندھے اچکا کر بولا۔

”کون مر گیا تھا۔ جو تم سے صبر نہیں ہوا۔“ وہ تیز لہجے میں بولا۔

”تمہاری ممی آئیں تھی آج۔“ حمزہ نے کہا۔

”پھر۔“ وہ چونکا۔

-----□□□-----

”وہ مجھ سے پوچھ رہیں تھیں کہ اگر وہ زینیا کی شادی کر دیں تو اس کی بیماری میں کمی آسکتی ہے۔“ حمزہ بولا۔

"تو تم نے کیا کہا؟" اس نے پوچھا۔

"میں نے کہا کہ اسکی ضرورت نہیں ہے۔" حمزہ نے جواب دیا۔

"تم نے ایسا کیوں کہا۔ میں نے تمہیں جو کہا تھا۔ تم نے وہ کیوں نہیں بولا۔" وہ دبی دبی آواز میں غرایا۔

"تمہارا دماغ تو خراب نہیں ہو گیا۔ وہ تمہارے نکاح میں ہے۔ جب تک تم اسے طلاق نہیں دو

گے۔ وہ کسی اور کے نکاح میں کیسے جا سکتی ہے۔" حمزہ نے تعجب سے کہا۔

"یہ بات وہ تو نہیں جانتی نا۔ تو یہ ہو سکتا ہے۔" وہ جواباً بولا۔

"تمہارا دماغ تو نہیں خراب۔ وہ تمہاری عزت ہے۔" حمزہ نے حیرت سے کہا۔

"نہیں ہے وہ میری عزت۔ وہ میرا انتقام ہے۔ اس نے مجھے تھپڑ مارا۔ میں اسے کہیں کا نہیں

چھوڑوں گا۔" وہ سرد لہجے میں بولا۔

"تم ایسا کچھ نہیں کرو گے۔ تمہارے کہنے پہ میں نے اسے پاگل قرار دے دیا۔ لیکن میں تمہیں یہ

نہیں کرنے دوں گا۔ یہ بہت غلط ہے۔" حمزہ نے سخت لہجے میں جواب دیا۔

"کیا کر لو گے تم۔ مت بھولو کہ تم نے مجھ سے پیسے لیے تھے۔" وہ سخت لہجے میں بولا۔

"جس کام کے پیسے لیے ہیں۔ وہ کر دیا۔ یاد رکھو اگر تم نے کچھ ایسا ویسا کرنے کے بارے میں سوچا

بھی تو میں ساری حقیقت تمہارے ڈیڈ کو بتا دوں گا۔ اور مجھے نقصان پہنچانے کے بارے میں سوچنا

بھی نہیں۔ کیونکہ میں نے اپنے قریبی لوگوں کو کہہ دیا ہے کہ اگر مجھے کوئی نقصان پہنچا تو اسکے ذمہ دار

صرف اور صرف تم ہو گے۔ میں گھٹیا ضرور ہوں۔ لیکن گھٹیا پن میں تمہارے لیول کو نہیں پہنچ

سکتا۔ تمھڑ کا بدلہ لینے کے لیے تم نے اس لڑکی کے ساتھ کیا کیا کیا۔ اور اب یہ سب۔ تم ایسا کچھ نہیں کرو گے۔“ حمزہ نے انگلی اٹھا کر اسے دھمکی دیتے ہوئے کہا۔

”اور اگر میں تمھاری حقیقت لوگوں کے سامنے لے کر آگیا۔ تو تمھارا کریئر تو گیا۔“ اس نے بھی دھمکی دی۔

”اگر اسکی شادی ہو بھی گئی۔ تو تمھیں کوئی فائدہ نہیں ہے۔ اسکے ہزبینڈ نے اگر اسے کسی اور ڈاکٹر کو چیک کروا دیا۔ تو وہ جلد ہی ٹھیک ہو جائے گی۔ اور اگر یہ سب اسطرح ہی چلتا رہا۔ تو وہ سوچ سوچ کر اصل میں ہی کسی ذہنی بیماری میں مبتلا ہو جائے گی۔ اسطرح وہ زیادہ عرصہ تکلیف میں رہے گی۔“ اب کی بار حمزہ نے پینترا بدلا۔ اس الٹی کھوپڑی والے سے اسکے مطابق ہی نمٹنا تھا۔

حمران نے اس بات کا کوئی جواب نہیں دیا۔ اور حمزہ کو جانے کا کہا۔ لیکن اسے حمزہ کا مشورہ پسند آیا تھا۔

-----□□□□□-----

”تمھارا بہت بہت شکریہ۔ آج میری زندگی میں جو یہ بڑا دن آ رہا ہے۔ اسکا کریڈٹ تمھیں ہی جاتا ہے۔“ عروج نے فون پہ حمران سے کہا۔

”شکریہ کی کیا بات ہے۔ تم نے میرا کام کر دیا۔ اور میں نے تمھارا۔“ وہ خوشدلی سے بولا۔

”میں نے تو صرف تمھاری سٹیپ مدر کو یہ شو کروایا کہ ہم دونوں ایک دوسرے سے محبت کرتے ہیں۔ تاکہ وہ تمھیں زینیا سے شادی کے لیے مجبور نہ کریں۔ لیکن تم نے تو ممی پاپا کو میری پسند کے لڑکے سے شادی کے لیے منایا۔ جو کہ مشکل کام تھا۔ تو شکریہ کے حقدار تو تم ہو۔“ عروج نے

جواب دیا۔

وہ مسکرا دیا۔ اپنی تعریف کس کو بُری لگتی ہے۔ عروج سے تھوڑی دیر بات کرنے کے بعد اس نے فون بند کر دیا۔

وہ مسکراتے ہوئے اس دن کے بارے میں سوچنے لگا۔ جب زینیا نے اسے تمہیڑ مارنے کی غلطی کی تھی۔

-----□□□□□-----

"شکار کی گردن ایک دفعہ تن سے جدا کرنے میں وہ مزا نہیں جو اسکو زخمی کر کے تڑپ تڑپ کے مرتے دیکھ کر ہے۔"

وہ اپنے کمرے میں ٹہلتے ہوئے زینیا کمال کو دھول چٹانے کے بارے میں سوچ رہا تھا۔ اُسے کچھ ایسا کرنا تھا کہ سانپ بھی مر جائے۔ اور لاٹھی بھی نہ ٹوٹے۔  
"ہڈنپ کروا کے اسکی عزت کا جنازہ نکالتا ہوں۔" اسنے سوچا۔

لیکن پھر فوراً ہی اپنے اس خیال کی نفی کی۔ اگر وہ خود اغوا کرتا اور سامنے آتا۔ تو ڈیڈ کی نظروں سے گر جاتا۔

اور اگر کسی اور سے یہ کام کرواتا۔ پھر بھی زینیا اس حادثے کے بعد خود کو سنبھال لیتی۔ اور اغواکاروں کو انکے منطقی انجام تک پہنچانے کی کوشش کرتی۔

"چہرہ جلا دیتا ہوں۔" اگلا خیال آیا۔ لیکن اس نے یہ بھی رد کر دیا۔

اس سب سے بھی زینیا کا حوصلہ اسکی ہمت نہیں ٹوٹتی تھی۔



اسے کچھ ایسا کرنا تھا کہ زینیا اور اسکی پھوپھو یہاں سے ہمیشہ ہمیشہ کے لیے چلی جائیں۔  
تب ہی اسکے ذہن میں ایک اور خیال آیا۔ زیر لب مسکراتے ہوئے اسنے اس پہ عمل کرنے کے  
بارے میں سوچا۔

"اگر کسی سے بدلہ لینا ہو تو اپنے لیول کے مطابق نہ لیں۔ اگلے بندے کے لیول کے مطابق لیں۔"

-----□□□□□-----

پلان میں اسے تھوڑی تبدیلی کرنی پڑی تھی۔ ڈیڈی کی کہانی سننے کے بعد اس نے فیصلہ کیا تھا  
کہ ثمرہ کو وہ کچھ نہیں کہے گا۔ اسکے باپ نے اسکی ماں کے لیے کتنی قربانی دی۔ اب وہ اتنا بھی  
بُرا نہیں کہ ثمرہ کو نقصان پہنچانے کا سوچے۔

اسکے خیال میں قسمت اس پہ مہربان رہی۔ کیونکہ اسکا پلان یہ ہی تھا کہ ثمرہ سے جھوٹ موٹ کی  
معافی مانگے گا۔ اور زینیا اور ثمرہ کی نظروں میں اچھا بنے گا۔ اور مصطفیٰ کے سامنے بھی سرخرو ہو  
جائے گا۔

لیکن اب اسے ثمرہ کے سامنے ایکٹنگ کی ضرورت نہیں پڑی تھی۔ سب کچھ خود ہی اچھے سے  
ہو گیا۔

اسے پتا تھا کہ زینیا کمال آسانی سے معاف کرنے والی نہیں۔ لیکن اس نے معافی مانگ لی۔ اور  
حیرت انگیز طور پہ زینیا نے معاف کر دیا۔

-----□□□□-----

اگلہ مرحلہ زینیا سے دوستی کا تھا۔ جو آسانی سے طے ہوا۔ وہ ایک طرف تو یونیورسٹی میں زینیا کے ساتھ

زیادہ وقت گزرتا۔ تو دوسری طرف دوستوں کو یہ کہتا کہ اسکی مجبوری ہے۔ زینیا فیملی ہے۔ اسکو اسطرح اکیلا نہیں چھوڑ سکتا۔

اور زینیا سے بھی معنی خیز باتیں کرتا۔ جس سے زینیا چونک جائے۔

جب مغیز سے اسکی اس بارے میں بات ہوئی۔ تو اس نے بہترین ایکٹنگ کرتے ہوئے اسکو یہ باور کرایا کہ وہ تو اپنی فیلنگ کے بارے میں کنفیوز ہے۔ اور پھر بعد میں اس نے مغیز کو یہ کہا کہ وہ عروج کو چاہتا ہے۔ اس نے اپنے قریبی دوستوں میں سے کسی کو اس پلان کی بھنک نہ لگنے دی۔ کیونکہ مصطفیٰ سب کی فیملیوں کو جانتے تھے۔ اور اگر کبھی مصطفیٰ کو اس بارے میں کچھ پتا چلتا۔ تو وہ سب کے گھروں تک پہنچ جاتے۔ وہ یہ رسک نہیں لے سکتا تھا۔ کہ کل کو کوئی دوست فیملی پریشر کی وجہ سے اسکی حقیقت بتا دے۔ اور اگر ڈیڈ کو کوئی دوست حقیقت نہ بھی بتاتا۔ لیکن وہ اپنے دوستوں کو اپنے راز میں شریک کر کے انکے سامنے بُرا نہیں بننا چاہتا تھا۔ کیونکہ حمران مصطفیٰ اپنی کہانی میں ولن بننا تو چاہتا تھا۔ لیکن وہ یہ نہیں چاہتا تھا کہ لوگ اسکی حقیقت جانیں۔

-----□□□□□-----

پھر مرحلہ تھا زینیا کو امپریس کرنے کا۔ جو کہ ایک مشکل مرحلہ تھا۔ زینیا کمال کو متاثر کرنا کوئی آسان کام تھوڑی تھا۔

”جی صاحب آپ نے بلایا تھا“۔ نوراں نے اس سے پوچھا۔

اس نے سر ہلا کر اندر آنے کی اجازت دی۔ اس نے سوچ لیا تھا کہ نوراں کو کیسے اپنے مقصد کے

یلے استعمال کرنا ہے۔

"تم اس دن کہہ رہی تھی کہ تمہیں کچھ پیسے چاہیے۔" اس نے پوچھا۔

"جی صاحب۔ وہ میرا منگیتہ ہے نا۔ اس پہ بہنوں کی شادی کا بوجھ ہے۔ وہ باہر جانا چاہتا تھا۔ تاکہ بہنوں کی شادی کر سکے۔ تو مجھے اسکو باہر بھیجنے کے لیے پیسے چاہیے۔" نوراں نے حیرت سے جواب دیا۔ چھوٹے صاحب تو کسی سے سیدھے منہ بات کرنا پسند نہیں کرتے تھے۔

"تمہارے منگیتہ کے باہر جانے کے سارے اخراجات میں اٹھاؤ گا۔ بدلے میں تمہیں میرا ایک کام کرنا ہوگا۔" اس نے لالچ دیا۔

"جو بھی کام کہیں گے۔ میں کر دوں گی۔" نوراں نے فوراً جواب دیا۔ وہ یہ موقع کسی صورت گنونا نہیں چاہتی تھی۔

"تمہیں میرے ساتھ مل کر زینیا کو پاگل ثابت کرتا ہے۔" وہ اصل مدعے پہ آیا۔

"نہیں نہیں۔ آپ کیسی باتیں باتیں کر رہے ہیں۔" نوراں بکی۔ وہ ایسا کرنے کے بارے میں سوچ بھی نہیں سکتی تھی۔

"سوچ لو۔ اس میں تمہارا ہی فائدہ ہے۔ میرے لیے تو کوئی مسئلہ نہیں۔ تم پہ چوری کا الزام لگوا کر تمہیں یہاں سے چلتا کرو۔ اور اپنی پسند کی ملازمہ رکھ لو۔ اور ایک اور بات اگر کسی کو یہ سب بتانے کی غلطی کی۔ تو حمران مصطفیٰ سے تو تم واقف ہی ہو۔" اس نے دھکمی آمیز لہجے میں کہا۔

نوراں نے بے مشکل اثبات میں سر ہلایا۔ حمران سے پنگا لینے کے بارے میں وہ سوچ بھی نہیں سکتی تھی۔

-----□□□□□-----

وہ اور زینیا ایک دن یونیورسٹی سے واپس آرہے تھے۔ جب اس کی نظر بلی کے بچے پہ پڑی۔ جو کہ زخمی حالت میں تھا۔ عام حالات میں تو وہ نظر انداز کر کے گزر جاتا۔ لیکن زینیا کو امپریس کرنے کا ایسا موقع پھر نہ ملتا۔

بڑی مشکل سے وہ اس بچے کو اٹھا کر ہسپتال لے کر گیا۔ پھر اس نے نوراں کی مالی مدد زینیا کے سامنے کی۔ زینیا ٹی وی لاؤنج میں تھی۔ اور وہ باہر گیلری میں نوراں سے اسکا مسئلہ پوچھ رہا تھا۔ اور پھر اس نے نوراں کو پیسے بھی تمہا دیے۔  
لو جی زینیا ہو گئی امپریس۔

-----□□□□□-----

اگلا مرحلہ ممی کو یہ شو کرانا تھا۔ کہ زینیا اس میں انٹرسٹڈ ہے۔ وہ نہیں۔ جب کبھی وہ تینوں ساتھ بیٹھتے۔ موقع دیکھ کہ وہ زینیا کی طرف مسکرا مسکرا کر دیکھتا۔ زینیا بھی اسکی طرف دیکھتی۔ جب اسے لگتا کہ ممی بھی انکو نوٹ کر رہی ہیں۔ وہ فوراً اپنے تاثرات کنٹرول کرتا۔ اس کے اس عمل سے ثمرہ واقعی ہی کنفیوژ ہو گئی تھیں۔

-----□□□□□-----

ایک طرف زینیا کے سامنے اسنے خود کو اچھا انسان شو کیا۔ وہاں دوسری طرف اس نے ثمرہ کے سامنے اس نے خود کو ملازموں کی غلطیوں پہ بگڑنے والا بنا کر پیش کیا۔  
اس دن عروج کی بہن کی منگنی پہ وہ پہلے زینیا کو دیکھتا رہا۔ لیکن جیسے ہی زینیا ثمرہ کی طرف متوجہ



ہوئی۔ وہ وہاں سے ہٹ گیا۔

پھر تقریب میں ثمرہ کو اپنے طرف آتا دیکھ کر اس نے اور عروج نے ڈرامہ رچایا۔ عروج سے اس نے جھوٹ بولا۔ اور اسکی مدد لی۔ ثمرہ کو یہ سمجھ آگئی کہ وہ عروج کو پسند کرتا ہے۔ جب ثمرہ نے اس سے اسکی پسند پوچھی تو اس نے فوراً عروج کا نام لیا۔

-----□□□□-----

دوسری طرف اس نے جان بوجھ کے نوراں کی موجودگی میں زینیا کو پرپوز کیا۔ اور پھر نوراں نے اس کے کلمے کہ مطابق حیران و پریشان ہونے کی ایکٹنگ کی۔ پرپوز کرنے کے لیے اس نے اس ہوٹل کا انتخاب کیا۔ جس پہ وہ سب جاتے تھے۔ ویٹر کو اس نے خرید لیا۔ اور ویٹر نے اسکو وہ ٹائم بتایا۔ جس پہ ہوٹل میں کم لوگ ہوتے ہیں۔ یہاں بھی وہ کامیاب ٹھہرا۔

جب ثمرہ کو اس نے انکار کر دیا۔ اور ثمرہ زینیا کے لیے رشتہ ڈھونڈنے لگی۔ زینیا کہنے پہ اس نے زینیا کو ثمرہ سے بات کرنے کی اجازت دے دی۔ کیونکہ اس تمام عرصہ میں وہ ثمرہ کو اچھی طرح جان چکا تھا۔ وہ زینیا سے بہت پیار کرتی تھیں۔ اور اسے دکھی کرنے کے بارے میں سوچ بھی نہیں سکتی تھیں۔

یہ بھی اسکے پلان کے مطابق ہوا۔ ثمرہ نے اپنا نام لے کر رشتے سے انکار کر دیا۔

-----□□□□□-----

زینیا کے ڈریسنگ روم کے روشندان میں لگی گرل سے وہ پیچ نکال چکا تھا۔ وہ جان بوجھ کے اس ٹائم

بات کرنے آیا۔ جب ثمرہ لاؤنج میں موجود تھیں۔

زینیا کا فون نوراں نے پہلے ہی چالاکي سے چھپا دیا تھا۔ اور زینیا نے پریشانی میں دھیان نہیں دیا۔ پھر وہ زینیا کے کمرے میں آیا۔ اور اس سے بات کرنے کے ساتھ ساتھ نوراں کو میسج بھی کیا کہ ممی کو اوپر بھیجو۔ نوراں اتنی پڑھی لکھی نہیں تھی۔ لیکن تھوڑا بہت جانتی تھی۔ پھر نوراں جو صبح ہی طبیعت کی خرابی کا بہانہ کر چکی تھی۔ اس نے ثمرہ سے کہا کہ زینیا کا فون آ رہا تھا۔ تو وہ دیں دے۔

جب ثمرہ نے سیڑھیاں چڑھی۔ تو نوراں نے حمران کو میسج کر دیا۔

جب تک ثمرہ دروازے تک پہنچی۔ اس نے تب تک اپنی بات پوری کی۔ اور پھر زینیا بولنا شروع ہوئی۔ اور اسکی توقع کے برعکس کچھ زیادہ ہی بول گئی۔

ثمرہ نے وہ ہی سمجھا۔ جو وہ سمجھنا چاہتا تھا۔

زینیا نے گھبراہ کر اسے چھپنے کا کہا۔ اسے پتا تھا کہ یہ ہوگا۔

وہ ڈریسنگ روم میں گھسا۔ اور سنٹول کھینچ کے روشندان سے باہر نکلا۔ اس دوران اسکے بازو پہ چھل گئے۔ لیکن اس نے پروا نہیں کی۔ اور روشندان سے کود کے وہ ٹیرس پہ آگیا۔ اور وہاں سے اپنے کمرے میں گیا۔

جب تک ثمرہ زینیا کے کمرے سے نکلیں۔ وہ بھی حلیہ درست کر کے باہر نکل آیا۔ اور ثمرہ اور زینیا حیران رہ گئیں۔

-----□□□□□-----

ڈیڈی اور می کے ساتھ وہ ترکی گیا۔ اس نے اس ساری سچوئیشن کو کمری لیٹ کرنے کے لیے جان بوجھ کر ایسے وقت کا انتخاب کیا۔ جب ڈیڈ ملک سے باہر ہوں۔ کیونکہ اگر ڈیڈ یہاں پہ رہتے تو اسکا پلین کامیاب نہ ہو پاتا۔ کیونکہ ڈیڈ اسکو نہایت اچھے سے جانتے تھے۔

ہر دو مہینے بعد مصطفیٰ ایک مہینے کے لیے باہر کام کے سلسلے میں جاتے۔ اپنی شادی کے بعد وہ نہیں گئے تھے۔ اب انکا جانا ضروری تھا۔ تو وہ گئے۔

تو اسکو ایک اور کامیابی مل گئی۔

-----□□□□-----

منگنی اٹینڈ کرنے کے بعد ڈیڈ کے ایک اور دوست کے بیٹے احمیت کے ساتھ وہ اسکے فلیٹ میں چلا گیا۔ اس نے پاکستان جانے کی ٹکٹ بک کروائی۔

اور احمیت سے کہا کہ وہ اپنے کسی جاننے والے کے پاس جا رہا ہے۔ جس سے ملنا اسکی سٹیپ مام کو پسند نہیں۔ اسلیے وہ کسی کو کچھ نہ بتائے۔ وہ لگے دن کی شام تک واپس آجائے گا۔

دوسری طرف اس نے ڈیڈ کو میسج کیا کہ وہ اور زینیا یونیورسٹی فیلوز کے ساتھ ٹرپ پہ چلے جائیں۔ ثمرہ زینیا کو اجازت نہیں دے رہیں۔ کیونکہ ثمرہ زینیا کو اسطرح دوستوں کے ساتھ دوسرے شہر جانے کی اجازت نہیں دیتی تھیں۔

اس دوران اسکی ڈیڈ سے جو بات ہوئی۔ اُس میں سے ایک بات کو اس نے زینیا کو سنا دیا۔

اور نکاح کے گواہ اسکے یونیورسٹی فیلوز تھے۔ جنکو اس نے پیسے دیئے۔ اور گھر کے اندر آنے کے لیے پچھلے گیٹ کا استعمال کیا۔ جو بند رہتا تھا۔ کیونکہ نوراں نے اسے صاف لفظوں میں بتا دیا تھا کہ ابا

اکبھی بھی بڑے صاحب سے غداری نہیں کریں گے۔  
یوں زینیا نے اس سے نکاح کر لیا۔ اور نوراں پھر اسکے پلین کے مطابق بعد میں آئی۔  
اور لگے دن وہ ترکی واپس چلا گیا۔

-----□□□□-----

پھر شروع ہوا زینیا کو پاگل قرار دینے کا کھیل۔

اس نے ایک دفعہ بہت پہلے زینیا کو موبائل کا کوڈ کھوٹے دیکھ لیا تھا۔ زینیا کی غیر موجودگی میں  
اس نے زینیا کے موبائل سے میسج کیا۔ اور پھر وہاں سے ساری چیٹ ڈیلیٹ کر دی۔  
اور لاکر کا پاسورڈ نوراں نے چوری چھپے دیکھ لیا۔

صبح جانے سے پہلے اس نے موبائل سے تصویریں ڈیلیٹ کی۔ پھر لاکر سے نکاح نامہ نکال لیا۔  
لگے دن جب زینیا نے نوراں سے حمران کے بارے میں پوچھا۔ تو نوراں نے ثمرہ کو فون کر دیا۔ نوراں  
پہلے بھی ایک دو دفعہ ثمرہ کو یہ کہہ چکی تھی کہ زینیا اپنے آپ سے باتیں کرتی ہیں۔  
ثمرہ یہ خبر سن کر پریشان ہو گئیں۔ یوں وہ دونوں واپس پاکستان آ گئے۔

-----□□□□-----

اس نے سوچا تھا کہ جب زینیا نکاح کی بات ممی کو بتانے کا کہے گی۔ تو وہ ٹکر جائے گا۔ لیکن اس  
کی نوبت نہیں آئی۔

اس کی پلیننگ کامیاب ہوئی۔ اور اس نے زینیا کو ایسا گھمایا کہ وہ واقعی ہی یہ سمجھنا شروع ہو گئی  
کہ جو وہ کہہ رہا ہے۔ وہ سچ ہے۔



حمزہ اس سے سینئر تھا یونیورسٹی میں۔ اس نے حمزہ کو پیسے دیئے۔ اور حمزہ راضی ہو گیا۔  
اس نے خود ثمرہ سے کہا کہ وہ زینیا کو حمزہ کے پاس لے کر جائے۔ اور یہ بات زینیا کو پتا نہ چلے۔  
”کیا سکریٹ لکھا میں۔ اور کس طرح میرا پلان کامیاب ہوا۔ آسکر کا مستحق ہوں میں۔“ اس نے خود  
کو داد دی۔

انسان نہیں بھڑے ہیں یہ  
لوگوں کو جو جینے نہیں دیتے

-----□□□□-----

ہم پہ لازم تھا کہ مر جاتے ہم  
کیوں سہا اس درد کو ہم نے  
درد نے مسکرا کر کہا  
درد سہنا بھی تو زندگی ہے  
جو درد کو سہ گیا

پھر درد درد نہ رہا

زینیا گھٹنوں پہ سر دیئے زمین پہ بیٹھی رو رہی تھی۔ اس نے بڑی مشکل سے اپنی چیخوں کو روک رکھا  
تھا۔

وہ ابھی حمران اور حمزہ کی باتیں سن کر آرہی تھی۔

”کوئی انسان بدلہ لینے کے اس حد تک بھی جاسکتا ہے؟ کوئی اتنا کیسے گر سکتا ہے؟۔ کس طرح

حمران نے سب کو بے وقوف بنایا۔ مصطفیٰ ٹھیک ہی کہتے تھے۔ حمران دل میں بغض رکھتا ہے۔ اُس نے اُس ایک تمپھڑ کا بدلہ لینے کے لیے اسکی زندگی برباد کر دی۔ اور ابھی بھی اسکا دل نہیں بھرا تھا۔ اور کچھ لوگ دنیا میں ایسے بھی ہیں۔ جو پیسوں کے لیے دوسروں کی زندگی برباد کر دیتے ہیں۔ اور تب سے وہ اپنے کمرے میں بیٹھی رو رہی تھی۔ ثمرہ گھر پہ نہیں تھی۔ ورنہ شاید وہ بھی حقیقت جان لیتی۔

"میں اسکو نہیں چھوڑو گی۔ میرے ہاتھوں سے یہ شخص نہیں بچ سکتا۔" آنسوؤں کو بے دردی سے صاف کرتے ہوئے اس نے سوچا۔ اور اٹھ کھڑی ہوئی۔

"کیا پتا یہ سب بھی میری سوچ ہو۔ اور حمزہ نہ آیا ہوا۔" سر کو ایک ہاتھ سے تھامتی وہ بیڈ پہ بیٹھی۔ "مجھے ثبوت ڈھونڈنا ہے۔ کہ جو میرے ساتھ ہوا وہ سچ ہے یا میرا خیال۔" ہاتھ کی انگلیوں کو مڑورتے ہوئے اس نے سوچا۔

-----□□□□□-----

درد سہا نہیں جاتا

حال بتلایا نہیں جاتا

وہ تینوں ناشتے کی ٹیبل پہ بیٹھے تھے۔ اور وہ گاہے بگاہے سامنے بیٹھے حمران پہ نظر ڈال رہی تھی۔ جیسے اس کے چہرے پہ کچھ ڈھونڈ رہی ہو۔

"سب ٹھیک ہے نا۔" وہ سر اوپر اٹھاتے ہوئے بولا۔ وہ کب سے زینیا کو نوٹ کر رہا تھا۔ جو اسکی طرف دیکھ رہی تھی۔

"عروج نے تم سے شادی کیوں نہیں کی؟" وہ جانچتی نظروں سے اسکی طرف دیکھتے ہوئے بولی۔  
اسکی بات سُن کر ثمرہ ایک دم پریشان ہوئیں کہ حمران بچارہ دکھی ہو جائے گا۔

"ضروری نہیں آپ کسی سے محبت کریں۔ تو جواب میں وہ بھی آپ سے محبت کرے۔" وہ سنجیدہ انداز میں بولا۔ زینیا کے سوال نے اسے حیران کر دیا تھا۔

"یہ تو تم نے ٹھیک کہا۔ واقعی ضروری نہیں کہ ایسا ہی ہو۔" وہ دکھی نظر آنے کی ایکٹنگ کرتے ہوئے بولی۔ اسے حقیقت جانی تھی۔

"میں سوچ رہی ہوں کہ مصطفیٰ کے آنے کے بعد کہیں گھومنے چلتے ہیں۔" ثمرہ نے موضوع چنج کیا۔ وہ دونوں کو دکھی نہیں دیکھ سکتی تھیں۔

"پھوپھو میرا بھی موبائل خراب ہو گیا ہے۔ صبح پانی میں گر گیا تھا۔" وہ ثمرہ کی طرف دیکھتے ہوئے بولی۔

"حمران شام میں میرا موبائل خرید کا لائے گا۔ ساتھ ہی تمہارا بھی لے آئے گا۔" ثمرہ نے کہا۔ کل رات کو انکا موبائل خراب ہو گیا تھا۔

"کل میری اقرا سے بات ہوئی تھی۔ وہ کہہ رہی تھی کہ وہ اسلام آباد آئی ہے اور مجھ سے آج ملنے آئے گی۔ اس سے کال کر کے پوچھنا تھا کہ وہ آئے گی یا نہیں۔" وہ موبائل میں مصروف حمران کی طرف دیکھتے ہوئے بولی۔

"میرے موبائل سے کر لو۔" وہ فوراً موبائل زینیا کی طرف بڑھاتے ہوئے بولا۔

زینیا نے موبائل تھاما۔ اور باہر نکل گئی۔

اس نے جلدی سے ای میل کھولیں۔ کہ شاید ٹکٹ والی ای میل موجود ہو۔ لیکن ایسا کچھ نہیں تھا۔

اقرا کا نمبر ملا کر اس نے فوراً بند کر دیا۔ تاکہ حمران کو شک نہ ہو۔  
"ایسا نہیں ہے۔ وہ بھی میرا وہم ہی ہوگا۔" وہ نفی میں سر ہلاتی اندر کی طرف بڑھی۔  
حمران کو موبائل پکڑا کر وہ اپنی کرسی پہ بیٹھ گئی۔

-----□□□□-----

"زینیا یونیورسٹی کیوں نہیں جا رہی؟" مصطفیٰ نے ثمرہ سے پوچھا۔  
"وہ دراصل ایک مسئلہ ہو گیا ہے۔" وہ نظریں چراتے ہوئے بولیں۔  
"کیسا مسئلہ؟" وہ پریشان ہوا۔

"وہ میں نے آپکو بتایا تھا نا کہ زینیا کا زلٹ ٹھیک نہیں آیا تھا۔" وہ بات کرتے کرتے رکیں۔  
"پھر؟" وہ الجھن کا شکار ہوئے۔

"تو زینیا نے اتنی ٹینشن لی۔ کہ مجھے اُسے سائیکولیجسٹ کے پاس لے جانا پڑا۔ اس لیے اس نے یہ سمسٹر ڈراپ کر دیا۔" وہ نیچے دیکھتے ہوئے بولیں۔ کتنا مشکل ہوتا ہے اپنوں سے جھوٹ بولنا۔  
"تو آپ نے مجھے کیوں نہیں بتایا؟" وہ پریشان ہوئے۔

"آپ کام میں بزی تھے تو اسلیئے؟" وہ دھیمی آواز میں بولیں۔

"تو پھر کیا ہو گیا۔ آپ مجھے بتاتی تو سہی۔ آپ نے چھپا کر اچھا نہیں کیا۔" وہ ناراض ہوئے۔ انہیں ثمرہ کا اس طرح کرنا اچھا نہیں لگا تھا۔



”آئی ایم سوری۔ آپ ناراض نہ ہوں۔ بس اسلیئے نہیں بتایا کہ آپ وہاں اکیلے پریشان ہوتے رہے گے۔“

”آئندہ جیسے بھی حالات ہوں۔ آپ نے مجھ سے کچھ نہیں چھپانا۔“ وہ نرم لہجے میں بولے۔  
”جی۔“ وہ جواباً بولی۔ اور دل میں سوچا کہ کیا اصل بات بتانا چاہیے یا نہیں۔

-----□□□□-----

ابھی مصطفیٰ صاحب اور ثمرہ اسکے کمرے سے ہو کر گئے تھے۔ انکل نے اسے بہت تسلی دی تھی۔ وہ کہہ رہے تھے کہ اُسے کسی اور اچھے ڈاکٹر کے پاس لے کر جائیں گے۔  
اُن دونوں کے جانے کے بعد وہ کتابوں والی الماری کی صفائی ستھرائی کرنے لگی تھی۔ کافی عرصہ ہو گیا تھا الماری کی صفائی کیے۔ ویسے تو نوراں ہی اسکا کمرہ صاف کرتی تھی۔ لیکن کتابوں کی الماری وہ خود ہی سیٹ کرتی تھی۔  
وہ کتابوں کو بیڈ پہ ڈال رہی تھی۔ جب اچانک اسکی نظر ایک چیز پہ پڑی۔ وہ اپنی جگہ ساکت رہ گئی۔ ہاتھ بڑھا کر اس نے سامنے پڑے سیاہ گلاب کو اٹھایا۔  
اسے یاد آیا کہ حمران کا دیا پھول اس نے تب کتابوں والی الماری میں کتاب کے اوپر رکھ دیا تھا۔ پھر وہ شاید کتابوں کے پیچھے گر گیا تھا۔ اور اب وہ یہ سوچ رہی تھی کہ وہ سب سچ تھا۔ اسے کیا کرنا تھا۔ اسے سمجھ آئی تھی۔  
اب اسے رونا نہیں رولانا تھا۔

-----□□□□-----

"اب کیا کہنا چاہیں گے آپ؟"۔ پھول حمزہ کے سامنے رکھتے ہوئے اس نے پوچھا۔

حمزہ کے چہرے کا رنگ اڑا۔

"میں نے جو بھی کیا حمران کے کہنے پہ کیا۔ پلیز مجھے معاف کر دیں۔" حمزہ نے معذرت کرنا چاہی۔

"چند پیسوں کے لیے آپ کیسے کسی کی زندگی برباد کر سکتے ہیں۔" وہ غصے سے بولی۔

"میں قسم کھانے کو تیار ہوں۔ میں نے آپ کے ساتھ برا کیا۔ لیکن میں نے حمران کو روکا کہ آپ کی

شادی کہیں اور نہ کروائے۔ ورنہ وہ اس سے بھی دریغ کرنے والا نہیں تھا۔" حمزہ نے اپنی صفائی

دینی چاہی۔

"آپ کی بڑی مہربانی۔" اُس نے طنز کیا۔

"آپ جو کہیں گی میں کرنے کو تیار ہوں۔ میں سچ میں اب شرمندہ ہوں۔" حمزہ نے سوچا کہ وہ

اپنی غلطی کا ازالہ کر لے۔ وہ واقعی ہی شرمندہ تھا۔

"مجھے ایک جھوٹی رپورٹ بنوانی ہے۔" کرسی سے ٹیک لگاتے ہوئے وہ پرسکون انداز میں بولی۔

-----□□□□-----

ہم پہ لازم ہیں کہ ہم کریں محبت

تم پہ لازم ہے کہ تم جانو محبت

ہم پہ لازم ہے کہ نبھائیں محبت

تم پہ لازم ہے کہ تم مانو محبت

"آپ نے بلایا تھا۔" داؤد نے زینیا کے سامنے بیٹھتے ہوئے فکر مندی سے کہا۔ جب زینیا نے اسے فون پہ ہوٹل آنے تو کہتا تو وہ پریشان ہو گیا۔

"میں تم سے شادی نہیں کر سکتی۔" وہ سنجیدہ لہجے میں بولی۔

"کیوں؟ اب کیا ہو گیا۔" وہ پریشان ہوا۔

"میں بالکل ٹھیک ہوں۔ مجھے کچھ نہیں ہوا تھا۔" وہ دونوں ہاتھوں کی انگلیوں کو باہم پھنساتے ہوئے بولی۔

"تو۔"

اُس نے شروع سے لے کر آخر تک تمام بات بتائی۔

"تو آپ حمران کے ساتھ رہنا چاہتی ہیں۔" وہ سنجیدہ ہوا۔

"کبھی بھی نہیں۔" اس نے نفی میں سر ہلایا۔

"پھر آپ کیا چاہتی ہیں۔" وہ ابھی بھی سنجیدہ تھا۔

"میں اس جیسے انسان کے ساتھ نہیں رہ سکتی۔ میں اس سے طلاق لے لوں گی۔" اس نے اپنا فیصلہ سنایا۔

"میں ساری زندگی آپکا انتظار کر سکتا ہے۔" وہ جواباً بولا۔

"تمہیں اس سب سے کوئی فرق نہیں پڑتا۔" وہ حیران ہوئی۔

"کس بات سے۔" وہ بھی جواباً حیران ہوا۔

"تم نے یہ نہیں سوچا کہ یہ نکاح میں نے خود کیا ہو۔" وہ بولی۔

”آپ نے بتایا جو ہے کہ اس نے آپ کو کیسے ٹریپ کیا۔ مجھے یقین ہے کہ ایسا ہی ہوا ہے۔“ وہ اسکی طرف دیکھتے ہوئے بولا۔ ”ریٹلی۔ تمہیں یقین ہے میری بات کا۔“ وہ حیرت زدہ لہجے میں بولی۔

”آف کورس۔“ اس نے مسکرا کر اسے یقین دلایا۔

”تمہاری فیملی کو کوئی اعتراض نہیں ہوگا۔“ وہ جھجھکتے ہوئے بولی۔

”آپ انکی فکر نہ کریں۔ میں انکو سنبھال لوں گا۔ اور اس بات پہ میری فیملی کوئی اعتراض نہیں ہو گا۔ میری امی کو بھی طلاق ہوئی تھی پہلے۔ تو انہیں کوئی اعتراض نہیں ہوگا۔“ وہ مسکرا کر بولا۔

وہ مطمئن ہوئی۔ اور داؤد کو اپنا پلان بتایا۔

”آپکو لگتا ہے یہ کام کرے گا۔“ وہ فکرمند ہوا۔

”میں ان کچھ مہینوں میں اُسے اچھی طرح جان گئی ہوں۔ وہ آرام سے ٹریپ ہو جائے گا۔“ وہ پراعتماد انداز میں بولی۔

”اس نے آپ کو ٹریپ کرنے کے لیے اتنی لمبی پلاننگ کی۔ اور آپ بس ایک یہ ہی طریقہ اختیار کریں گی۔“ اسے تعجب ہوا۔

”مجھے ٹریپ کرنے کے لیے اسے میرے لیول تک آنا پڑا۔ تو مجھے اسے ٹریپ کرنے کے لیے اسکے لیول تک جانا چاہیے نا۔ اور اسکا لیول یہ ہی ہے۔ وہ اس میں ہی پھنس جائے گا۔ تو پھر مجھے اتنی محنت کرنے کی کیا ضرورت ہے۔“ وہ پرسکون لہجے میں بولی۔

”اوکے۔ اور اگر میری کوئی مدد چاہیے ہو تو ضرور بتائیے گا۔“ وہ بولا۔

”نہیں میں خود ہی اس سے نمٹ لوں گی۔“ وہ جواباً مسکرا کر بولی۔



داؤد نے اثبات میں سر ہلایا۔ اسے پتا تھا کہ زینیا اچھی طرح اس معاملے کو حل کر لے گی۔

-----□□□□-----

منافقت کا لبادہ اوڑھ کر

پھرتا ہے انسان فرشتہ بن کر

حمران پچھلے کچھ دنوں سے زینیا کو نوٹ کر رہا تھا۔ وہ عجیب عجیب سی حرکتیں کر رہی تھی۔ بیٹھے

بیٹھے وہ اپنے آپ سے باتیں کرنا شروع کر دیتی۔ اور کبھی تو پورا دن نہیں بولتی۔

وہ بہت خوش تھا کہ زینیا اب اصل میں پاگل ہو جائے گی۔

وہ لان میں آیا تو زینیا لان میں پڑے جھولے پہ بیٹھی تھی۔ اور ایک دم سے ہنسنا شروع ہو گئی۔ اور پھر

رونا۔

"کیا ہوا ہے زینیا"۔ وہ زینیا کے پاس آتے ہوئے فکر مندی سے بولا۔ لیکن دل ہی دل میں وہ بہت

خوش ہوا۔

"کچھ نہیں"۔ وہ گھبرانے کی اینٹنگ کرتے ہوئے بولی۔

"تو تم رو کیوں رہی ہو؟"۔ اُس نے خود کو پریشان ظاہر کیا۔

"مجھے تو پتا ہی نہیں چلا کہ میں رو رہی ہوں"۔ وہ حیرت سے چہرے پہ آئے آنسوؤں کو صاف کرتے

ہوئے بولی۔

"تم ٹھیک ہونا"۔ اپنی خوشی کو چھپاتے ہوئے وہ بولا۔

"شاید"۔ وہ انگلیاں مڑورتے ہوئے الجھ کے بولی۔

"کچھ دن پہلے تم حمزہ کے پاس بھی گئی تھی سیشن کروانے۔ لیکن مجھے کوئی امپرومنٹ نظر نہیں آرہی۔ اگر تم چاہو تو ہم ڈاکٹر چیلنج کر دیتے ہیں۔" وہ ہمدرد بنا۔

"پتا نہیں۔" وہ دور خلاؤں میں گھورتے ہوئے بولی۔ جس دن وہ حمزہ اور داؤد سے ملی تھی۔ حمران اُس دن کی بات کر رہا تھا۔ وہ ضد کر کے اکیلے ہی ڈرائیور کے ساتھ گئی تھی۔ پھر ڈرائیور نے اسکے کہنے پہ کسی کو حقیقت نہیں بتائی تھی۔

"مجھے تو یہ ڈاکٹر ٹھیک نہیں لگ رہا۔ تم ممی سے کہو کہ وہ ڈاکٹر چیلنج کریں کیونکہ تم اس ڈاکٹر سے مطمئن نہیں ہو۔" اس نے کہا۔ اسکا مقصد زینیا کو سینٹرل ہاسپٹل میں ایڈمٹ ہوتا دیکھنا تھا۔ "ہوں۔" وہ صرف اتنا ہی بولی۔ اور خاموش ہو گئی۔

حمران تھوڑی دیر کھڑا رہا۔ جب زینیا کچھ نہ بولی۔ تو وہ اندر چلا گیا۔

-----□□□□-----

ممی پاپا کہیں باہر گئے تھے۔ ویلے تو ثمرہ زینیا کو کم ہی اکیلا چھوڑ کر جاتی تھیں۔ لیکن زینیا کے مجبور کرنے پہ وہ آج چلی گئیں۔

وہ لاؤنج میں داخل ہوا۔ اور ٹی وہ آن کر کے بیٹھ گیا۔ ابھی اسے بیٹھے پانچ منٹ ہی ہوئے تھے۔ جب چوکیدار نے اسے ایک ایک لفافہ پکڑایا۔ اور کہا کہ یہ زینیا بی بی کے لیے آیا ہے۔ اس سے پہلے وہ لفافہ کھولتا۔ زینیا آگئی۔ اس نے لفافہ زینیا کے حوالے کیا۔

زینیا نے جیسے ہی لفافہ کھولا۔ ایک دم چیخ ماری۔ کاغذ اسکے ہاتھ سے نیچے گر چکا تھا۔ حمران نے فوراً کاغذ اٹھایا۔ اور کاغذ پہ لکھی تحریر دیکھ کر ساکت رہ گیا۔

وہ زینیا کی پریگنسی رپورٹ تھی۔ جسکے مطابق زینیا ڈیڑھ منٹھ کی پریگنٹ تھی۔  
حمران کا دماغ گھوم گیا۔ اس نے یہ تو کبھی سوچا بھی نہیں تھا۔  
"لگتا ہے کہ انہوں نے غلط رپورٹ بنا دی۔" وہ ہوش میں آتے ہوئے بولی۔  
جب کہ حمران کو ایسا لگ رہا تھا کہ اسکا اپنا تمپڑ اسکے اپنے منہ پہ ہی پڑ گیا۔  
"تم پلیز پھوپھو کو کچھ نہ بتانا۔ میں ہاسپٹل جاؤں گی۔ اور اصلی رپورٹ لے آؤں گی۔" وہ ساکت  
کھڑے حمران کی طرف دیکھتے ہوئے بولی۔

جب کہ حمران سوچ رہا تھا کہ اب کیا ہوگا۔ اسکا داؤ اس  
خود پہ ہی چل گیا تھا۔ وہ تو نہ ادھر کا رہا اور نہ ادھر کا۔ لوگ تو اس نچے کو ناجائز ہی سمجھیں گے۔  
اور وہ یہ بات برداشت نہیں کر سکتا۔  
اس نے سیڑھیاں چڑھتی زینیا کی طرف دیکھا۔ اور دل پہ پھتر رکھ کے ایک فیصلہ کیا۔

-----□□□-----

درد جو دیا اس بے درد

درد بھی چیخ اٹھا

وہ زینیا کے کمرے میں داخل ہوا۔ زینیا شیشے کے سامنے کھڑی تھی۔  
"مجھے تمہیں کچھ بتانا ہے۔" وہ زینیا کی طرف دیکھتے ہوئے بولا۔  
"کیا کہنا ہے۔" اس نے انجان بننے کی ایکٹنگ کی۔ لیکن دل ہی دل میں وہ خوش تھی کہ اب  
حقیقت سامنے آنے والی ہے۔

"تمہارے ساتھ جو کچھ بھی ہوا۔ وہ سب سچ تھا۔" اس کی طرف دیکھتے ہوئے وہ بولا۔

"کیا کہہ رہے ہو۔ میں کچھ سمجھی نہیں۔" وہ الجھ کے بولی۔

حمران نے مختصراً اسے ساری بات بتائی۔ اس کے منہ سے یہ ساری باتیں سن کر اُسکی آنکھوں سے آنسو بہنا شروع ہو گئے۔ اُس نے آنسو کو صاف نہیں کیا۔ اب اسے اُس چھوٹے لیول کے ایکٹر کے سامنے ہائی لیول کی ایکٹنگ کرنی تھی۔

"میں تمہیں کبھی معاف نہیں کروں گی۔" وہ روتے ہوئے بولی۔

"معافی مانگی کس نے ہے؟" وہ استہزایہ انداز میں بولا۔

"کیوں کیا تم نے میرے ساتھ ایسا؟" دھندلائی ہوئی نظروں سے اسکی طرف دیکھتے ہوئے وہ بولی۔

"یہ اس تمہیڑ کا بدلہ ہے۔ جو تم نے مجھے مارا تھا۔" وہ ایک ایک لفظ چباتے ہوئے بولا۔

"اُس ایک تمہیڑ کا بدلہ لینے کے لیے تم نے میری زندگی برباد کر دی۔" وہ بولی۔ آواز میں حیرت اور غصے دونوں شامل تھے۔

"تمہیں تو تمہینکس ادا کرنا چاہیے میرا۔ سستے میں چھوٹ گئی۔ ورنہ تم جانتی ہو کہ جب مرد کے منہ پہ

تمہیڑ پڑتا ہے۔ تو وہ بدلہ لینے کے لیے کس حد تک چلا جاتا۔" اسکی سرخ ہوتی آنکھوں میں دیکھتے

ہوئے وہ سخت لہجے میں بولا۔

"جو مرد تمہیڑ کا بدلہ لینے کے لیے عورت کی عزت یا زندگی برباد کرتا ہے۔ اسے اپنے مرد ہونے پہ

شک کرنا چاہیے" وہ بھی جواباً سخت لہجے میں بولی۔

"اپنی بکواس بند کرو۔" دائیں ہاتھ سے اُسکا بازو دبوچتے ہوئے یہ غرایا۔



"بس یہ ہی اوقات ہے تمہاری"۔ وہ استہزیاء انداز میں بولی۔

"تم جیسی پاگل سے میں بحث نہیں کرنا چاہتا"۔ اسکا بازو ابھی بھی اسکے ہاتھ میں تھا۔

"میں پاگل نہیں ہوں"۔ وہ چیخی۔ اور دل ہی دل میں خود کو اتنی اچھی ایکٹنگ کرنے پہ داد دی۔

"ہونے والی ہو۔ بہر حال میں کل ممی سے بات کرونگا کہ وہ تمہاری شادی مجھ سے کروا دیں۔ کیونکہ

میں تمہیں اس تکلیف میں نہیں دیکھ سکتا۔ اور تم بھی ہاں کہو گی"۔ اس کے سرخ چہرے پہ

نظریں گاڑتے ہوئے وہ سخت لہجے میں بولا۔

"میں تم جیسے گھٹیا انسان سے شادی نہیں کرونگی"۔ وہ چلائی۔

"انکار کا حق نہیں دیا میں نے تمہیں۔ اور مجھے بھی تم جیسی لڑکی میں کوئی دلچسپی نہیں ہے۔ میں

یہ سب صرف اور صرف اپنی اولاد کے لیے کر رہا ہوں۔ تاکہ کل کو کوئی میری اولاد کو ناجائز نہ

کہے"۔ بائیں ہاتھ سے اسکا چہرے دبوچتے ہوئے وہ درشتی سے بولا۔

زینیا کا دل کیا اس انسان کا چہرہ نوچ لے۔ لیکن ابھی اسے یہ سب برداشت کرنا تھا۔

"تم جیسے انسان سے شادی کرنے سے اچھا ہے میں خودکشی کر لوں"۔ وہ بڑی مشکل سے

بولی۔ چہرے پہ درد ہو رہا تھا۔

"شوق سے کرنا۔ لیکن میرا بچہ ہو جائے اسکے بعد"۔ اُسے چھوڑتے ہوئے وہ استہزیاء انداز میں بولا۔

"میں انکل اور چھوچھو کو تمہاری حقیقت بتا دوں گی"۔ زینیا نے دھمکی آمیز لہجے میں کہا۔

"شوق سے۔ اگر کوئی ثبوت ہوا تو"۔ وہ تمسخرانہ انداز میں بولا۔

اور وہ ایکدم چپ ہو گئی۔

"کوئی چالاکی کرنے کی کوشش نہیں کرنا۔ کیونکہ حمران مصطفیٰ کو تو تم اب اچھے سے جان گئی ہوگی۔" وہ وارننگ دینے والے انداز میں بولا۔ اور کمرے سے باہر نکل گیا۔  
اسکے جانے کے بعد زینیا نے ڈریسنگ ٹیبل پہ پڑا موبائل اٹھایا۔ جس پہ ساری آواز ریکارڈ ہو چکی تھی۔

"ساری زندگی یاد رکھو گے کہ کبھی زینیا کمال سے پنکا لینے کی غلطی کی تھی۔" موبائل کی سکرین کی طرف دیکھتے ہوئے وہ مسکرا کر بولی۔

-----□□□□□-----

"خیریت ہے آپ تینوں یہاں پہ اسطرح کیوں بیٹھے ہیں؟" وہ ممی ڈیڈی کے روم میں داخل ہوتے ہوئے حیرت سے بولا۔ ان دونوں کے ساتھ زینیا بھی موجود تھی۔  
"حمران مجھے شرم آتی ہے تمہیں اپنا بیٹا کہتے ہوئے۔" مصطفیٰ صوفے سے اٹھتے ہوئے غصے سے بولے۔ ابھی زینیا نے ان دونوں کو ریکارڈنگ سنائی تھی۔ غصہ تو انہیں ثمرہ پہ بھی تھا۔ جس نے یہ سب چھپایا تھا۔

"کیا ہوا ڈیڈ؟" وہ پریشان ہوا۔

"تم اس حد تک گر سکتے ہو۔ میں نے کبھی سوچا بھی نہیں تھا۔" وہ اشتعال انگیز لہجے میں بولے۔  
"پر ہوا کیا ہے؟" وہ ثمرہ کی طرف دیکھتے ہوئے بولا۔ جو نفرت آمیز نظروں سے اسکی طرف دیکھ رہی تھیں۔ اسے کچھ سمجھ آنا شروع ہو گیا تھا۔

"تم نے زینیا کے ساتھ اتنا برا کیا۔ یہ تربیت کی تھی میں نے اور تمہاری ماں نے۔" مصطفیٰ کا ہاتھ

اٹھا۔

"چٹاخ"۔

حمران ششدر رہ گیا۔ پہلی دفعہ ڈیڈ نے اس پہ ہاتھ اٹھایا تھا۔

"یہ جو بھی کہہ رہی ہے وہ سب کا سب جھوٹ ہے"۔ اس نے خود کو پُر اعتماد ظاہر کرنا چاہا۔ ورنہ اندر سے تو وہ ہل گیا تھا۔

"جھوٹ بولتے ہوں مجھ سے"۔ انہوں نے حمران کے منہ پہ دوسرا تمپھڑ مارا۔

"آپ ان دونوں کی باتوں میں آرہے ہیں۔ آپ کو میرا یقین کرنا چاہیے۔ یہ تو میری سگی نہیں ہیں۔ یہ اپنی سگی کا ہی ساتھ دیں گی۔ آپ تو میرے سگے ہیں۔ آپ کو میرا یقین کرنا چاہیے۔ یہ پھوپھو بھتیجی ہمیں ٹریپ کر رہی ہیں"۔ وہ اونچی آواز میں چلایا۔

"چٹاخ"۔ تیسرا تمپھڑ پڑا تھا اسے۔

اور ثمرہ کا دل دکھا۔ سگی اولاد سے بڑھ کر محبت کی تھی انہوں نے حمران سے۔ اور وہ یہ سب کہہ رہا تھا۔

زینیا پرسکون بیٹھی تماشا دیکھ رہی تھی۔ اسکے سینے میں ٹھنڈ پڑ گئی تھی۔

"اس نے مجھے اپنی اور تمہاری گفتگو سنائی ہے۔ جو صبح تم نے اس سے کی تھی۔ تم گھٹیا تھے یہ تو مجھے پتا تھا۔ پھر اتنے گھٹیا ہو گے میں یہ نہیں جانتا تھا"۔ غصے سے انکی آواز کانپنا شروع ہو گئی۔ انکی بات سن کر حمران کے چہرہ زرد ہوا۔

-----□□□□-----

"آپ نے جتنا مارنا ہے مار لیں۔ لیکن میں شرمندہ نہیں ہوں۔ میں نے جو بھی کیا بالکل ٹھیک کیا۔" اس نے ہٹ دھرمی دکھائی۔ اب جب حقیقت کھل ہی گئی تھی تو ڈرنے کی کیا ضرورت تھی۔ "آپ کیوں اپنی انرجی اس پہ ضائع کر رہے ہیں۔ زینیا کو نمٹنے دیں۔" مصطفیٰ کے کندھے پہ ہاتھ رکھ کر انہوں نے اُنہیں روکا۔ وہ نہیں چاہتی تھیں کہ ان کی طبیعت خراب ہو۔ مصطفیٰ صاحب سر پکڑتے صوفے پہ بیٹھ گئے۔

"مجھے طلاق چاہیے۔" وہ حمران کے سامنے کھڑے ہوتے ہوئے پر اعتماد انداز میں بولی۔

"مجھے تم جیسی فضول عورت میں کوئی دلچسپی نہیں ہے۔ بچہ پیدا ہونے کے بعد میرے حوالے کرنا۔ اور اپنی آزادی کا پروانہ لے لینا۔" اپنے اشتعال کو کنٹرول کرتے ہوئے وہ بولا۔ ورنہ دل تو کر رہا تھا کہ زینیا کو مار دے۔ ڈیڈ نے کتنی انسلٹ کی تھی اسکی۔ اس فضول لڑکی کے لیے۔ "کو سا بچہ؟" اس نے قہقہہ لگایا۔

تب حمران کو اپنی حماقت کا احساس ہوا۔

"مجھے بے وقوف بنانے کے لیے اسکرپٹ تم نے خود ہی لکھا تھا نا۔" زینیا نے حمران کا مزاق اڑایا۔ "میں تمہیں کبھی بھی طلاق نہیں دوں گا۔" وہ سخت لہجے میں بولا۔ اس کا خون کھول رہا تھا۔ کیسے اس لڑکی نے اسے بے وقوف بنایا تھا۔

"اگر تم نے اسے طلاق نہیں دی۔ تو ہم کوٹ سے خُلع لے لیں گے۔" ثمرہ سخت لہجے میں بولیں۔ "لے کے دکھائیں۔" وہ استہزایہ انداز میں بولا۔ اور سامنے کھڑی زینیا پہ نظر ڈالی۔ جو غصے سے اسکی



طرف دیکھ رہی تھی۔

"تم یہاں سے ابھی اور اسی وقت نکل جاؤ۔ اور اب تم سے کورٹ میں ہی ملاقات ہوگی۔" مصطفیٰ صاحب بولے۔

"ان عورتوں کو آپ مجھ پہ ترجیح دے رہے ہیں۔" وہ بے یقینی لہجے میں بولا۔

"دو دن ہیں تمہارے پاس۔ تیسرے دن تمہارے اکاؤنٹ فریز۔ اور چوتھے دن تم کورٹ میں کھڑے ہو گے۔" وہ اب اونچی آواز میں بولے۔

"دیکھ لوں گا میں تم دونوں کو۔" اس نے ثمرہ اور زینیا کی طرف دیکھتے ہوئے غصے سے کہا۔ اور کمرے سے باہر نکل گیا۔ ورنہ ڈیڈ نے اسے دھکے دے کر گھر سے نکال دینا تھا۔

-----□□□□□-----

"تم پریشان نہ ہو۔ جیسا تم چاہو گی ویسا ہی ہوگا۔ اور میں تم سے اس سب کی معذرت کرتا ہوں۔" زینیا کے سر پہ ہاتھ رکھتے ہوئے مصطفیٰ دکھی لہجے میں بولے۔ انہیں بہت دکھ ہوا تھا۔ حقیقت جان کر۔

"پلیز مجھے شرمندہ نہ کریں۔ اس سب کے لیے آپ کیوں معافی مانگ رہے ہیں۔ مجھے آپ لوگوں سے کوئی شکوہ نہیں۔" وہ نم آنکھوں سے مسکرائی۔

"میں بہت شرمندہ ہوں۔ میں نے تمہارا اعتبار نہیں کیا۔" ثمرہ زینیا کے کندھے پہ ہاتھ رکھتے ہوئے شرمندگی سے بولیں۔

"چھوچھو پلیز۔ میں نے کہا نا کہ مجھے کسی سے کوئی شکوہ نہیں۔ آپ نے میرے لیے بہت کچھ

کیا ہے۔ آپکو وہی کچھ نظر آیا جو آپ کو دیکھایا گیا۔ معافی مانگ کر مجھے شرمندہ نہ کریں۔" ثمرہ کے گلے لگتے ہوئے وہ بولی۔

تھوڑی دیر وہ سب باتیں کرتے رہے۔ پھر وہ اپنے کمرے میں چلی گئی۔  
"آپ سے اس بے اعتباری کی امید نہیں تھی۔" مصطفیٰ خفگی سے بولے۔ انہیں حقیقتاً ثمرہ کے اس طرح اصل بات چھپانے سے تکلیف ہوئی تھی۔

"نہ بتانے کی بہت سی وجوہات تھیں۔ ایک یہ آپ سب زینیا کو پاگل نہ سمجھیں۔ اور پھر بات حمران کے بارے میں تھی۔ تو میں نے سوچا کہ کہیں آپ کو برا نہ لگ جائے۔ پھر بعد میں مجھے احساس ہوا کہ چھپانا غلط ہے۔ لیکن اب دوسرے ملک میں تھے۔ اس وجہ سے نہیں بتایا کہ آپ وہاں پہ پریشان ہوتے رہیں گے۔ میں معذرت خواہ ہوں۔ آئندہ ایسا نہیں ہوگا۔" ثمرہ شرمندگی سے بولیں۔

"آپ میری ایک بات ہمیشہ یاد رکھیے گا کہ کبھی بھی اپنوں سے اس ڈر سے کوئی بات نہیں چھپانی چاہیے کہ وہ پریشان ہو جائیں گے۔ بات چھپانے کے بعد اگر آپ کسی تکلیف میں مبتلا ہوں گے۔ تو آپ کے اپنوں کو بھی تکلیف ہوگی۔ اور یہ تکلیف زیادہ بڑی ہوگی۔ بجائے ان سے کچھ چھپانے کے انہیں بتائیں۔ اور ایک بات گھر کہ بنیاد اعتماد پہ رکھیں۔ جب گھر میں اعتماد کی فضا قائم ہو۔ تو سب اپنا درد اپنی مشکلیں ایک دوسرے کو بتاتے ہیں۔ اور اس طرح رشتوں میں سب کچھ صحیح رہتا ہے۔" وہ بات کرتے کرتے رکے۔

"اگر تم مجھے ساری کہانی بتاتی۔ تو میں تمہیں یہ بتا دیتا کہ اس میں حمران کی چال ہی ہوگی۔ کیونکہ وہ

بات کو دل میں رکھ لیتا ہے۔ اور پھر بدلہ لیتا ہے۔ بہر حال جو بھی ہوا۔ اسکو چھوڑو۔ میں امید کرتا ہوں کہ آئندہ ایسا نہیں ہوگا۔ اب ہمیں دنیا کے بارے میں سوچنا ہے۔“ وہ نرم لہجے میں بولے۔  
”میں آپ کو مایوس نہیں کرونگی۔ اور واقعی ہی اس مسئلے کا حل نکالنے ہیں۔“ وہ مسکرا کر بولیں۔

-----□□□-----

آج کتنے دنوں بعد وہ پرسکون ہوئی تھی۔ سر سے ایک بوجھ اترنے والا تھا۔ حمران ابھی بھی شرمندہ نہیں تھا۔ پتا نہیں کب ہوگا۔

اس نے سوچ لیا تھا۔ اسے نوراں اور حمران کو معاف نہیں کرنا تھا۔  
اسکا موبائل بجا۔ اس نے دیکھا تو حمران کی کال تھی۔

”شکاری کے شکنجے میں پھنسنے کے بعد بھاگ نکلنے میں جو مزا ہے۔ وہ کہیں اور نہیں ہے۔“ موبائل کان سے لگاتے ہوئے اس نے طنز کیا۔

”بھول ہے تمہاری کے تم شکاری کے شکنجے سے نکل گئی۔“ وہ آگ بگولہ ہوا۔

”شکاری اب باتیں ہی کر سکتا ہے۔“ چچ چچ۔ وہ بولی۔

”شکاری تو اب شکار کے ساتھ آنکھ مچولی کھیلے گا۔ شکار نے سمجھا کہ اس نے شکاری کو دھوکا دیا۔

۔ جب کہ حقیقت میں شکاری شکار سے ہی کھیل رہا ہے۔ اور وہ وقت دور نہیں جب شکار دوبارہ

شکاری کے قبضے میں ہوگا۔“ وہ ایک ایک لفظ چبا کر بولا۔

”تم بھول رہے ہو تمہارا واسطہ دنیا کمال سے پڑا ہے۔ اب شکاری کے پاس ہاتھ ملنے کے علاوہ کچھ

نہیں۔ بلکہ شکاری تو اب خود شکار ہو چکا۔“ آخری بات اس نے تمسخرانہ انداز میں کہی۔

"بھول ہے تمہاری۔ ایک دفعہ تمہیں دھول چٹائی ہے۔ دوسری دفعہ کا انتظار کرو۔ زینیا کمال تمہارا واسطہ حمران مصطفیٰ سے پڑا ہے بھولنا مت۔" اس نے دھمکی آمیز لہجے میں کہا۔

"اور تم بھی بھولنا مت کہ حمران مصطفیٰ کا واسطہ زینیا کمال سے پڑا ہے۔" وہ بھی جواباً اسی کے انداز میں بولی۔ اور فون بند کر دیا۔

---□□□---

زیر لب گالی دیتے ہوئے حمران نے فون بیڈ پہ پھینکا۔ اور اور سر پکڑ کر بیٹھ گیا۔

اسکے پلان میں کہیں بھی جھول نہیں تھا۔ پھر وہ پکڑا کیسے گیا۔ یہ سب اس حمزہ کہ گھر آنے کی وجہ سے ہوا ہوگا۔

حمران بھول گیا تھا کہ ""انسان جتنی بھی چالاکیاں دکھالے۔ لوگوں کو بے وقوف بنالے۔ لیکن جو رب ہے نا۔ وہ اپنے بندوں پہ بہت مہربان ہے۔ انسان کی ساری پلاننگ اس وقت دھری کی دھری رہ جاتی ہے۔ جب وہ مہربان رب اپنے فضل سے اپنے بندوں کو برے وقت سے نکالتا ہے۔"

"کیا سوچا ہے تو نے۔" مغیز اسکی طرف چائے بڑھاتے ہوئے بولا۔ وہ مغیز کی طرف آگیا تھا۔

"طلاق تو نہیں دو گا۔ چاہے جو مرضی کر لے۔ ایسا حال کرونگا کہ ساری زندگی یاد رکھے گی کہ کس سے پالا پڑا ہے" وہ سخت لہجے میں بولا۔

"میں تو کہتا ہوں کہ اب بس کر دے۔ تو نے جتنا بدلہ لینا تھا لے لیا۔ اب مزید کچھ نہ کر۔ ورنہ تیرا ہی نقصان ہوگا۔" مغیز نے اسے سمجھانا چاہا۔

"تو یہ سوچ رہا ہوگا کہ کہیں تیرے سر ہی مسلط نہ ہو جاؤ۔" وہ تلخی سے بولا۔



"بکواس نہ کر۔ ایک تو تُو نے اتنا کچھ کر لیا۔ مجھے بھنک بھی نہیں پڑنے دی۔ اور اب مجھے ہی باتیں سننا رہا ہے۔" مغیز خفگی سے بولا۔

"سوری یار۔ وجہ بتائی نا تمہیں۔" وہ اب کی بار نرمی سے بولا۔

"میں بھی تجھے یہ ہی سمجھا رہا ہوں۔ کہ تو انکل کی بات مان لے۔ نہیں تو اگر میرے ڈیڈ کو یہ ساری بات پتا چلی۔ تو وہ ہم دونوں کو گھر سے نکال دیں گے۔ اور باقی دوستوں کے والدین بھی ہمیں اپنے گھر میں گھسنے نہیں دیں گے۔" مغیز نے اسے حقیقت سے روشناس کرایا۔

"ڈیڈ کی بات تو میں نہیں مان رہا۔ تو بس دیکھ کے میں کرتا کیا ہوں۔" اس نے اپنے پلان سے مغیز کو آگاہ کیا۔

مغیز کا دل کیا سر پیٹ لے۔ حمران تو کچھ سمجھنے کو تیار ہی نہیں۔

-----□□□□-----

"بی بی جی مجھے لوکری سے نہ نکالیں۔ مجھے معاف کر دیں۔ میں بہت شرمندہ ہوں۔" نوراں نے شرہ اور زینیا کے سامنے ہاتھ جوڑنے چاہے۔ شرہ اسے لوکری سے نکال رہی تھیں۔

"تم شرمندہ ہوتی تو پہلے ہی سب کچھ بتا دیتی۔" نوراں کے ہاتھ کھوٹے ہوئے زینیا نے کہا۔

"میں کیا کرتی مجھے حمران صاحب نے مجبور کیا تھا۔" نوراں نے روتے ہوئے کہا۔

"تو تم مجھے یا صاحب کو بتاتی۔ چند پیسوں کے لیے اپنے ضمیر کا سودا نہیں کرتی۔" شرہ نے غصے سے کہا۔

"آپ تو جانتی ہیں نا حمران صاحب کو۔ میں کیسے انکار کرتی۔" نوراں نے کہا۔

”مصطفیٰ کے سامنے حمران کی کیا مجال۔ اصل میں تمہارے اپنے دل میں پیسے کا لالچ تھا۔“ ثمرہ نے سخت لہجے میں کہا۔ زینیا خاموشی سے ان دونوں کو دیکھ رہی تھی۔

نوراں نے اس بات پہ نظریں پڑائیں۔ اسے بھی خیال آیا تھا کہ بڑے صاحب کو حقیقت بتا دے۔ لیکن پھر اس نے یہ سوچا کہ اتنا پیسہ پھر نہیں ملنے والا۔ ان پیسوں کی وجہ سے ہی تو اسکا منگیتر باہر تھا۔

”اور تم اپنے ابا کی فکر نہ کرو۔ نہ ہی انہیں حقیقت بتائیں گے۔ اور نہ ہی انکی نوکری جائے گی۔“ ثمرہ بولیں۔

نوراں نے زینیا کی طرف دیکھا۔

”میرا اتنا ظرف نہیں ہے کہ میں تمہیں معاف کر دو۔ جس دن تم واقعی ہی شرمندہ ہوئی۔ مجھ سے معافی مانگ لینا۔“ زینیا نے دوسری طرف دیکھتے ہوئے کہا۔

اور اندر چل دی۔ وہ واقعی ہی کسی ایسے انسان کو اتنی آسانی سے معاف نہیں کر سکتی تھی۔ جس نے اسکے ساتھ اتنا برا کیا ہو۔

-----□□□□-----

حمران غصے سے تلملاتا ادھر سے ادھر چکر کاٹ رہا تھا۔ اسکا پلان تھا کہ بینک سے وہ جتنے پیسے نکلوں گا۔ نکلوں لے گا۔ اور گاڑی بھی بیچ دے گا۔ کہیں سکون سے چھپ کے رہے گا۔ زینیا کو طلاق نہیں دے گا۔ اور اس طرح زینیا اور باقی تکلیف میں رہیں گے۔

لیکن مصطفیٰ اسکو اچھے سے جانتے تھے۔ انہوں نے جو تین دن کی مہلت دی تھی۔ اس میں پہلے

دن ہی نہ صرف اسکا اکاؤنٹ فریز کروا دیا۔ بلکہ ڈرائیور کو بھیج کر گاڑی بھی منگوالی۔  
اور اب وہ خالی ہاتھ تھا۔ مغیز کے ابو بھی اس سے کہہ چکے تھے کہ وہ اپنا کہیں اور انتظام  
کرے۔ اور خالہ بھی مدد کرنے سے انکار کر چکی تھیں۔

اب اسکے پاس صرف ایک ہی حل بچا تھا۔ اور تھا زینیا کو طلاق۔ جو اسے دینی پڑی تھی۔  
لیکن اس نے سوچ لیا تھا۔ کہ زینیا سے بدلہ کیسے لینا ہے۔

-----□□□□□-----

وہ آئینے کے سامنے کھڑی تھی۔ اسکی آزادی کا پروانہ اُسے مل چکا تھا۔ حمران نے اسے طلاق دے  
دی تھی۔

وہ اپنے جذبات سمجھے کی کوشش کر رہی تھی۔ اسے ذرا سا بھی دکھ نہیں ہوا تھا۔ اسے اب جا کے  
سمجھ آئی تھی۔ کہ اسے حمران سے محبت نہیں تھی۔ وہ صرف پسندیدگی تھی۔ جسے وہ محبت سمجھ بیٹھی  
تھی۔

اب وہ آزاد تھی۔ پرسکون تھی۔ اسے بس اس چیز کا دکھ تھا کہ حمران کو اسکی غلطی کا احساس نہیں  
ہوا تھا۔ حمران اگر اس سے معافی مانگ لیتا تو پتا نہیں وہ اسکو معاف کرتی یا نہیں۔  
گہرا سانس لیتی وہ بیڈ پہ بیٹھ گئی۔ پتا نہیں اب حمران آگے کیا کرتا ہے۔

جس طرح کا وہ انسان ہے۔ دوبارہ بدلہ تو ضرور لے گا۔ اب اسے خود کو دوبارہ سے بچانا تھا۔  
عدت پوری ہونے کے بعد وہ نئی زندگی کی شروعات کرے گی۔ پر اس سے پہلے ضروری ہے کہ  
حمران اسکی زندگی سے دور چلا جائے۔ تب ہی وہ پرسکون زندگی گزار سکے گی۔

-----□□□□-----

"عروج مجھے پیسے چاہیئے"۔ حمران نے فون پہ کہا۔

"کس چیز کے پیسے"۔ عروج کی حیرت بھری آواز سپیکر میں گونجی۔

"تم جانتی ہو کہ ڈیڈ نے مجھے گھر سے نکال دیا ہے۔ اور مغیز کے پاپا نے بھی اپنے گھر سے نکال دیا۔ میرے پاس موجود تمام پیسے ختم ہو چکے ہیں۔ اُس فضول لڑکی کی عدت ختم ہونے میں ابھی ڈیڑھ ماہ کا عرصہ باقی ہے۔ پھر شاید

ڈیڈ مجھے گھر میں گھسنے دیں۔ اب معاملہ یہ ہے کہ میں بالکل خالی ہاتھ ہوں۔ اور سب کے سب خود غرض میری مدد نہیں کر رہے۔ اس لیے تم مجھے پیسے بھجواؤ"۔ وہ ٹانگ پہ ٹانگ رکھتا اطمینان سے بولا۔

"تو میں تمہیں کس خوشی میں پیسے بھجوں"۔ عروج ناگواری سے بولی۔

"کیا مطلب کس خوشی میں۔ میں نے تمہارا اتنا بڑا کام کیا تھا۔ اب تمہیں اس مشکل وقت میں میری مدد کرنی چاہیئے"۔ وہ ماتھے پہ بل ڈالتے ہوئے بولا۔

"تو اسکے بدلے میں تمہارا کام کیا تھا میں نے۔ بھول گئے"۔ عروج تیز لہجے میں بولی۔

"اوہ میڈم۔ ایک زرا سا کام کیا تھا تم نے میرا۔ اور میں نے تمہارا کتنا بڑا کام کیا ہے۔ مجھے ارجنٹ پیسے چاہیئے"۔ اسکا لہجہ بھی تیز ہوا۔

"ایک روپیہ بھی نہیں لو گا تمہیں۔ کتنے گھٹیا انسان ہو تم۔ زینیا کے ساتھ تم نے کیا کیا۔ اور مجھے کس طرح اپنے پلان میں شامل کیا۔ ٹف ہے تم پہ"۔ عروج غصے سے بولی۔

"میری ایک بات کان کھول کر سن لو۔ اگر تم نے مجھے پیسے نہیں دیئے تو میں تمہارے شوہر کو



کہوں گا کہ تم اُس سے شادی سے پہلے کسی اور بھی پسند کرتی تھی۔ اور تم تو اپنے شوہر کو جانتی ہو کہ وہ کتنا شکی ہے۔ وہ حقیقت جاننے کی کوشش نہیں کرے گا۔" وہ دھمکی آمیز لہجے میں بولا۔

"انتہائی گھٹیا انسان ہو تم۔" عروج نے دانت پیسے۔

"جانتا ہوں۔ بتانے کی ضرورت نہیں۔ تو کب پیسے بھیج رہی ہو۔" وہ پرسکون لہجے میں بولا۔

"بھیجتی ہوں۔" عروج نے غصے سے کہا۔ اور فون بند کر دیا۔

"زینیا کمال چھوڑو گا نہیں تمہیں۔"

-----□□□□□-----

آج اسکی مہندی تھی۔ وہ بہت خوش تھی۔ اس سب عرصہ میں سب کچھ ٹھیک رہا تھا۔ اور شادی کے معاملات بھی آسانی سے طے ہو گئے تھے۔

"تم خوش ہونا۔" ثمرہ نے اس کے سر پہ پیار دیتے ہوئے کہا۔

"جی پھوپھو۔" وہ مسکراتے ہوئے بولی۔

"اللہ تعالیٰ تمہیں زندگی کی ہر خوشی عطا فرمائیں۔" ثمرہ نم آنکھوں سے مسکراتے ہوئے بولی۔ آج زینیا

کا اس گھر میں آج

آخری دن تھا۔

"آمین۔"

"مصطفیٰ کہہ رہے تھے کہ زینیا سے پوچھ لو۔ اگر کچھ اور چاہیے تو بتا دے۔ کل سے پہلے آجائے

گا۔" ثمرہ بولیں۔

"انہوں نے میرے لیے پہلی ہی اتنا کچھ کر دیا ہے۔ مزید کسی چیز کی ضرورت نہیں۔ انکل خود کہاں ہیں۔" وہ بولی۔

"باہر ہیں وہ۔ انتظامات دیکھ رہے ہیں مہندی کے۔" ثمرہ نے کہا۔

"کل میں یہاں سے چلی جاؤ گی۔ آپ انکل کو کہیں کہ وہ حمران کو گھر بلا لیں۔ آپ بے شک حمران کو معاف نہ کریں۔ انکل کو میں نے حمران کے لیے پریشان ہوتے دیکھا ہے۔ شاید حمران کو بھی اپنی غلطی کا احساس ہو جائے۔" وہ سنجیدگی سے بولی۔

"تم نے معاف کر دیا اسکو۔" ثمرہ نے پوچھا۔ وہ تو حمران کو اس وقت تک معاف نہیں کر سکتی تھیں۔ جب تک وہ اپنی غلطی پہ شرمندہ نہ ہو۔ رہی بات مصطفیٰ کی تو وہ حمران کے لیے فکرمند تو تھے۔ لیکن اسکو اتنی آسانی سے معاف کرنے والے نہیں تھے۔

"نہیں۔ میں نے اسے معاف نہیں کیا۔ میں سوچتی ہوں کہ اگر زندگی کے کسی موڑ پہ اس نے مجھ سے معافی مانگی۔ تو پتا نہیں میں آسانی سے اسے معاف کرو گی یا نہیں۔" وہ ہلکا سا مسکراتے ہوئے بولی۔

"میں تمہارے ہر فیصلے میں تمہارے ساتھ ہوں۔" ثمرہ مسکرا کر بولیں۔

-----□□□□-----

تم لے یوں لگا خواب ہے یہ

پر خواب نہیں تعبیر ہے یہ

"مجھے یقین نہیں آیا کہ آج تم میرے سامنے میری بیوی کی حیثیت سے بیٹھی ہو۔" زینیا کا ہاتھ  
تھامتے ہوئے داؤد نے کہا۔

زینیا مسکرائی۔

"کتنا انتظار کیا میں نے تمہارا۔ جب تک نکاح نہیں ہو گیا۔ اس وقت تک میں بے یقین ہی رہا کہ تم  
مجھے ملو گی۔" اسکے ہاتھ میں کنگن ڈالنے ہوئے وہ بولا۔

"میں خود ابھی تک بے یقین ہوں۔ زندگی ٹھیک ہو گئی ہے۔ لیکن مجھے لگتا ہے کہ شاید یہ میری نظر  
کا دھوکہ ہے۔" وہ زبردستی مسکراتے ہوئے بولی۔

"میں جانتا ہوں کہ تم نے بہت مشکل حالات دیکھے ہیں۔ شاید تمہارا یقین محبت سے اٹھ گیا  
ہو۔ لیکن میں تمہیں یقین دلاتا ہوں کہ میں تمہارا یہ یقین واپس لاؤں گا۔" وہ مسکرا بولا۔

"مجھے تمہاری محبت پہ پورا یقین ہے۔ لیکن کیا تمہارے دل میں یہ خیال نہیں آیا کہ میں حمران سے  
پیار کرتی ہوں۔" وہ اسکی طرف دیکھتے ہوئے بولی۔

"تم اسکی بیوی تھی۔ میں بس یہ ہی سوچتا ہوں۔ ہو سکتا ہے کہ تم اس سے محبت کرتی ہو۔ پر  
یہ "ہو" بھی اب "تھی" ہوگا۔ مجھے اپنے جذبوں پہ پورا یقین ہے۔" وہ اسکی آنکھوں میں دیکھتے ہوئے  
بولا۔

"وہ بس مجھے پسند تھا۔ اور بس۔" زینیا نے فوراً سے جواب دیا۔

اور داؤد مطمئن ہو گیا۔

-----□□□□-----

حمران غصے سے اپنے گھر کے گیٹ سے واپس مڑا۔ ڈیڈ نے اسکو ساری سہولیات واپس دے دی تھیں می۔ وہ ایک فلیٹ میں رہتا تھا۔ کیونکہ ڈیڈ نے اسے کہا تھا کہ وہ جب تک زینیا سے معافی نہیں مانگے گا۔ اور زینیا اسے معاف نہیں کرے گی۔ وہ بھی تب تک اسکو معاف نہیں کریں گے۔ آج تیسری دفعہ وہ ڈیڈ سے ملنے گھر آیا تھا۔ لیکن چوکیدار نے اس سے یہ کہا کہ ڈیڈ گھر پہ نہیں ہیں۔ اسے پتا تھا کہ ڈیڈ گھر پہ ہی ہیں۔ بس اس سے ملنا نہیں چاہتے۔

وہ اپنی گاڑی میں بیٹھنے لگا تھا۔ جب اس نے گھر کے اندر سے ایک گاڑی نکلتے دیکھی۔ زینیا اور داؤد گاڑی میں تھے۔ اور کافی خوش لگ رہے تھے۔

مارے غصے کے حمران کا چہرہ سرخ ہو گیا۔ ڈیڈ اس سے تو نہیں لے تھے۔ مگر اس فضول لڑکی کے لیے انکے پاس وقت ہی وقت تھا۔ اس نے غصے میں ایک فیصلہ کیا۔ اور غصے میں کیے گئے فیصلہ بھی کبھی ٹھیک ہوئے۔

-----□□□□□-----

زینیا کچن میں کھڑی کھانا بنا رہی تھی۔ انکل آفس، آنٹی بازار اور داؤد یونیورسٹی گیا تھا۔ یونیورسٹی تو وہ بھی جاتی تھی۔ مگر آج اس نے چھٹی کر لی تھی۔ کیونکہ کل داؤد کی سالگرہ تھی۔ اور وہ اسے سرپرائز دینا چاہتی تھی۔ انکے گھر صرف صفائی والی ملازمہ آتی تھی۔ باقی کوکنگ وغیرہ وہ اور آنٹی مل کر ہی کرتے تھے۔

اسے لگا لاؤنج کا دروازہ کھلا ہے۔ اس نے سمجھا کہ شاید آنٹی واپس آگئی ہیں۔ مطمئن سی اپنے کام میں لگی رہی۔



تب ہی "ارامی کوڈ" کی خوشبو اسکے نتھنوں سے ٹکرائی۔ وہ گھبرا کر پلٹی۔ اسکے خدشات درست ثابت ہو گئے تھے۔ کچن کے دروازے پہ حمران کھڑا تھا۔

زینیا کے چہرے پہ گھبراہٹ دیکھ کر اسے دلی سکون حاصل ہوا تھا۔ تین دن گئے تھے اسے زینیا کے گھر کے لوگوں اور ان سب کے معمولات جاننے میں۔ اور آج اسے موقع مل گیا تھا بدلہ لینے کا۔ بڑی مشکل سے وہ دیوار ٹاپ کے اندر آیا تھا۔

"تم یہاں پہ کیوں آئے ہو۔" وہ سخت لہجے میں بولی۔ "تم سے ملنے کو دل کر رہا تھا ڈارلنگ۔" وہ لوفرانہ انداز میں بولا۔

"شٹ اب۔ ابھی اور اسکی وقت میرے گھر سے نکل جاؤ۔" وہ غصے سے بولی۔

"چلا جاؤ گا ڈیئر۔ پہلے جس مقصد کے لیے آیا ہوں۔ وہ تو پورا کر لوں۔" وہ معنی خیز انداز میں بولا۔ حمران کی باتیں سن کر اسکی ریڑھ کہ ہڈی میں سنسناہٹ دوڑ گئی۔ وہ کچھ بھی کہے بغیر کچن سے باہر نکلنے لگی۔ اس پاگل سے بحث کر کے وہ اپنا نقصان نہیں کرنا چاہتی تھی۔ جیسے ہی وہ دروازے میں کھڑے حمران کے پاس سے گزری۔ حمران نے اسکا بازو پکڑ لیا۔

"بازو چھوڑو میرا۔" وہ درشتی سے بولی۔ اور بازو چھڑوانے لگی۔

"بازو بھی چھوڑ دوں گا اور تمہیں بھی۔ لیکن اپنا بدلہ پورا ہونے کے بعد۔ میں نے کہا تھا نا کہ حمران مصطفیٰ سے پنگالے کر تم نے اچھا نہیں کیا۔ میں نے عزت سے تم سے نکاح کیا تھا۔ لیکن تم.... غصے سے سرخ ہوتی آنکھیں اسکے زرد پڑتے چہرے پہ ڈالنے ہوئے وہ بولا۔

زینیا کے پاس ایک لمحہ تھا فیصلے کا۔ اس نے پاس ہی کاؤنٹر پہ پڑی چھری اٹھائی۔ اور حمران پہ وار

کرنا چاہا۔

لیکن حمران بھی دیکھ چکا تھا۔ اس نے دوسرے ہاتھ سے زینیا کا ہاتھ روکنے کی کوشش کی۔ لیکن چھری اسکے ہاتھ میں کھب گئی۔

درد کی ایک تیز لہر اسکے جسم میں دوڑی۔ اس نے فوراً سے زینیا کا بازو چھوڑا۔

زینیا تو موقع پاتے ہی سیڑھیوں کی طرف بھاگی۔ ابھی وہ تین سیڑھیاں ہی چڑھی تھی کہ اسکا پاؤں پٹا۔ اور وہ نیچے گری۔ نیچے گرتے ہوئے اسکا ماتھا سیڑھی کی گرل سے ٹکرایا۔ اور زخمی ہو گیا۔

حمران جو پہلے ہی اپنے زخم کی وجہ سے بوکھلا گیا تھا۔ زینیا کے ماتھے سے نکلتے خون کو دیکھ کر وہ گھبرا گیا۔ اور فوراً باہر کی طرف بھاگا۔ گیٹ کھلا ہوا تھا۔ اور گیٹ سے کوئی گاڑی اندر داخل ہو رہی تھی۔ وہ فوراً سے باہر نکلا۔

زینیا کی ساس نے حیرت سے اس زخمی ہاتھ والے لڑکے کو بھاگتے دیکھا۔

-----□□□□-----

حمران زخمی ہاتھ کو دباتے سرک پہ دوڑ رہا تھا۔ وہ سوچ رہا تھا کہ اگر زینیا مر گئی تو وہ جیل میں جائے گا۔ اور اسے سزائے موت ہوگی۔ اپنی سوچوں میں گم وہ اپنی طرف آتے تیز رفتار ٹرک کو بھول گیا۔ ایک جھٹکا لگا تھا اسے۔ اور وہ خون میں لت پت سرک کے بیچ پڑا تھا۔

-----□□□□-----

”کیسا ہے میرا بیٹا؟“ - مصطفیٰ صاحب بیچ سے اٹھتے ہوئے بولے۔ انہیں کسی نے حمران کے زخمی ہونے کی اطلاع دی تھی۔ وہ اور ثمرہ اس وقت ہسپتال میں موجود تھے۔

"انکی حالت اب پہلے سے بہتر ہے۔ انکو روم میں شفٹ کر رہے ہیں۔ لیکن۔۔۔۔۔ ڈاکٹر بوٹے بوٹے خاموش ہوا۔

"لیکن کیا؟"۔ مصطفیٰ صاحب نے دھڑکتے دل کے ساتھ پوچھا۔ ثمرہ بھی پریشان ہوئیں۔  
"جس طرح سے انکا ایکسیڈنٹ ہوا ہے۔ اور جو انکی کنڈیشن ہے۔ وہ اب ساری زندگی چل نہیں سکے گے۔" ڈاکٹر نے کہا۔ اور آگے بڑھ گیا۔

بیچھے وہ ڈھے گئے۔ ثمرہ نے آگے بڑھ کر انہیں سمجھایا۔  
"کاش یہ پہلے سمجھ جاتا کہ اس نے کیا کیا ہے۔" وہ پریشانی سے بولے۔  
"آپ پریشان نہ ہوں۔ سب کچھ ٹھیک ہو جائے گا۔" ثمرہ نے انہیں تسلی دی۔

اپنے بغض کے حصار میں رہا  
تکلیف کو جانا تکلیف سہنے کے بعد

پچھتاوہ کے علاوہ اب اس کے پاس کچھ نہیں بچا تھا۔ اپنے بغض کی اس نے کتنی بڑی سزا پائی تھی۔ اس نے ایک تمہیڑ کا بدلہ لینے کے لیے زینیا کی زندگی برباد کر دی۔ اور اس نے اس پر بس نہیں کی۔ بلکہ اسکی زندگی کو مزید برباد کرنے کی کوشش میں لگا رہا۔ ڈیڈ نے اسکو گھر سے نکال دیا۔ وہ انتقام میں اندھا ہو کر زینیا کی عزت برباد کرنے چلا تھا۔ اور نتیجتاً اپنی زندگی برباد کر بیٹھا تھا۔ وہ اب کس منہ سے زینیا سے معافی مانگتا۔ اسکا دل چاہتا کہ کاش وہ مر جاتا۔ لیکن شاید یہ اسکے پاس موقع ہو اپنی غلطی کی معافی مانگنے کا۔ انصاف کا چکر شروع ہو گیا تھا۔

"پتا نہیں کیوں ہم دوسروں کی زندگی برباد کرتے ہوئے یہ بھول جاتے ہیں کہ انصاف کی چکی ضرور چلتی ہے۔ اور بے انصافی کرنے والے اس چکی میں ضرور پستے ہیں۔"

ڈیڈ اور ممی اسکا بہت خیال رکھتے تھے۔ ڈیڈ نے اسے ایک لفظ نہیں کہا تھا۔ بولا تو وہ بھی ایک لفظ نہیں تھا۔ وہ بس خاموش ہی رہتا اُن دونوں کے سامنے۔ لیکن اپنے میل نرس کو وہ اپنے پاس بھٹکنے بھی نہیں دیتا تھا۔ کتنے ہی نرس ڈیڈ تبدیل کر کے تھے۔ مگر کوئی فائدہ نہیں ہوا تھا۔ وہ بس خود کو سزا دے رہا تھا۔ وہ نہیں چاہتا تھا کہ وہ ٹھیک ہو۔

-----□□□□-----

"مجھے تم سے ایک کام ہے۔" ثمرہ نے نوراں سے کہا۔ وہ آج نوراں کے گھر میں موجود تھیں۔ "جی بولیں۔" نوراں نے کہا۔ وہ بہت شرمندہ تھی۔ اسے اسکے یکے کی سزا مل چکی تھی۔ جس کے لیے اس نے یہ سب کیا۔ وہ اسے چھوڑ چکا تھا۔ اسکے منگیتے نے کسی اور سے شادی کر لی تھی۔ کسی بہت امیر عورت سے۔

"میں تمہارے لیے حمران کا رشتہ لائی ہوں۔" ثمرہ نے کہا۔  
نوراں کا منہ کھل گیا۔

"تمہاری مرضی ہے کہ تم ہاں کرو یا نہ۔ ہم نے حمران کا خیال رکھنے کے لیے بہت سے میل نرس رکھے۔ لیکن حمران سب کو بھگا دیتا ہے۔ وہ بہت چڑچڑا ہو گیا تھا۔ مصطفیٰ اسکا خیال رکھنے کی پوری کوشش کرتے ہیں۔ لیکن انکا آفس بھی ہے۔ تو ہم نے سوچا کہ حمران کی شادی کروا دیں۔ لیکن کوئی رشتہ نہیں ہے نظر میں۔ پھر مجھے تمہارا خیال آیا۔ تمہارے ابا کہہ رہے تھے کہ وہ تمہارے لیے



بہت پریشان رہتے ہیں۔ میں جانتی ہوں میں تمہیں اس وقت بہت ظالم لگ رہی ہوں گی۔ لیکن میں شاید خود غرض ہوں۔ جو ابھی بھی صرف حمران کا ہی سوچ رہی ہوں۔ بہر حال آخری فیصلہ تمہارا ہی ہوگا۔" انہوں نے سنجیدہ انداز میں کہا۔ اور سارے حقائق اس کے سامنے رکھے۔

"اگر زینیا بی بی مجھے معاف کر دیں۔ تو میں یہ شادی کرنے کے لیے تیار ہوں۔" نوراں نے کہا۔ اس کا دل خالی ہو چکا تھا۔ اب کوئی بھی ہوتا۔ اسے فرق نہیں پڑتا تھا۔

"میں زینیا سے بات کرونگی۔" ثمرہ نے جواب دیا۔

-----□□□-----

مکافات کا عمل لازم ہے یاروں  
تم خدا پہ بھروسہ کر کے تو دیکھو

آج حمران اور نوراں کی شادی تھی۔ وہ اور داؤد جا رہے تھے۔ نوراں کو تو اس نے معاف کر دیا تھا۔ لیکن ابھی تک حمران کو اس نے معاف نہیں کیا تھا۔ حمران کی حالت کی خبر اسے ملی تھی۔ اور اس کے پچھتاوے کی بھی۔

لیکن وہ ابھی تک یہ فیصلہ نہ کر سکیں تھی کہ وہ اُسکو معاف کرے یا نہیں۔  
سب نے فیصلے کا اختیار اسے دیا تھا۔ اس نے مصطفیٰ صاحب کے جھکے کندھے دیکھے تھے۔ شاید وہ اسے معاف کر دیتی۔

-----□□□□-----

"میں نے جو تمہارے ساتھ کیا۔ شاید معافی کا ایک لفظ اس کا مداوا نہ کر سکے۔" وہ اپنے ہاتھوں کی

طرف دیکھتے ہوئے زینیا سے بولا۔

مصطفیٰ صاحب، ثمرہ، نوراں، زینیا، داؤد اور وہ خود اس وقت لاؤنج میں بیٹھے تھے۔ ابھی اُسکا نکاح ہوا تھا۔ وہ بہت مشکل سے مانا تھا۔ وہ نوراں کو اپنے ساتھ اس سزا میں شامل نہیں کرنا چاہتا تھا۔ "معافی کا لفظ تکلیف کا مداوا تو نہیں کر سکتا۔ لیکن جو معافی دل سے مانگی جائے۔ وہ لگے کے زخموں پہ مرہم ضرور رکھ سکتی ہے۔" زینیا نے جواب دیا۔

حمران نے ایک جھٹکے سے سر اٹھایا۔

"میں واقعی بہت شرمندہ ہوں۔ جو میں نے تمہارے ساتھ کیا۔ اور میں جھوٹ نہیں بولوں گا۔ اگر میرے ساتھ یہ حادثہ نہ ہوتا تو شاید مجھے ساری زندگی اپنے غلط ہونے کا احساس نہیں ہوتا۔ کچھ حادثے فائدہ مند بھی ہوتے ہیں۔ کیونکہ وہ روح کو جھجھوڑ دیتے ہیں۔ پھر انسان بیدار ہوتا ہے۔" وہ روتے ہوئے بولا۔

"میں ہمیشہ سوچتی تھی کہ پتا نہیں میں تمہیں معاف کروں گی یا نہیں۔ لیکن انکل کی پریشانی اور تمہاری شرمندگی دیکھ کر میرے لیے یہ فیصلہ آسان ہو گیا۔ میں نے تمہیں معاف کیا حمران۔" وہ مضبوط لہجے میں بولی۔

اور حمران کے رونے میں تیزی آ گئی۔ کتنا غلط رہا تھا وہ ساری زندگی۔ اور زینیا نے کتنی آسانی سے اسے معاف کر دیا تھا۔ کاش وہ بھی اعلیٰ ظرف کا حامل ہوتا۔ کاش وہ بھی اچھے دل کا مالک ہوتا تو آج یہ سب نہ ہوتا اسکی زندگی میں۔ اس جیسے کچھ کاش اسکی زندگی کا حصہ بننے والے تھے۔ لیکن شاید یہ کاش ہمیشہ کے لیے نہ ہوں۔ کیونکہ وہ آخر کار پلٹ آیا تھا۔

مصطفیٰ صاحب نے زینیا کا شکریہ ادا کیا۔ اور ثمرہ بھی خوش ہوئیں۔

واپسی پہ داؤد نے زینیا سے کہا کہ کیا واقعی ہی اس نے حمران کو دل سے معاف کر دیا۔ یا وہ یہ سب دیکھ کر مجبور ہو گئی۔

"معاف تو دل سے کیا ہے۔ لیکن زخم بھرنے میں دیر لگے گی۔" وہ ضبط سے مسکرائی۔ آج پھر وہ سارے زخم تازہ ہو گئے تھے۔

"اور میں اللہ تعالیٰ سے دعا کروں گا کہ تمہارے یہ زخم جلد بھر جائیں۔ اور میں یہ کوشش کروں گا کہ تمہارے زخم بھرنے میں تمہاری مدد کروں۔"

"ان شاء اللہ۔" وہ دل سے مسکرائی۔

"خدا کتنا مہربان ہے نا۔ وہ جانتا ہے کہ اسکا بندہ کب اور کس تکلیف سے گزرا۔ وہ اپنے بندے کے ہر حال سے واقف ہے۔ اور وہ ہی اپنے بندے کو مشکلوں سے نکالنے والا ہے۔"

ختم شد